آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت کا ترجمان

ماہنامہ

زیر نظر اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند بریلی شریف

پاسبان الٰہ آباد

بیادگار

سلطان الہند عطاء رسول خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ

--- زیر سرپرستی ---

سلطان المناظرین حضرت مفتی اعظم کانپور مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت

زیر حمایت: حاجی بڈن صاحب رضوی، حاجی محمد سعید صاحب رضوی، الحاج رحمت اللہ صاحب معین بابو نیس راگھانگیور چودھری محمد علی صاحب، حافظ احمد رسول بخش صاحب، حاجی خلیل احمد صاحب واجد حسین صاحب رضوی قمر یا

جلد نمبر ۳۶ | شمارہ نمبر ۵ | اکتوبر۔ نومبر سنہ ۱۹۸۱ء

ایڈیٹر: مشتاق احمد نظامی

اس شمارے میں

عناوین	صاحب قلم	صفحہ
شذرات	مشتاق احمد نظامی	۲
آہ.... محدث سہرامی	" " "	۷
مجاہد ملت نمبر	ادارہ	۸
نعتیہ شاعری پر ایک نظر	ندیم اشرفی گورکھپوری	۹
پسندیدہ اشعار	قمر الہدیٰ فریدی	۱۶
باب استفتاء	علامہ شریفی صاحب	۱۷
نعت شریف	اعجاز بیدری	۱۸
انصاف کا تقاضہ	شاکر اصغر رضوی	۱۹
فتنۂ خوارج	سید محمود احمد صاحب لاہور	۲۱
اسمٰعیل دہلوی کا سیاسی کردار	راجہ غلام محمد لاہوری	۲۶
واردات	اسلم بستوی	۲۹
غیر فانی کہانی	مولانا راہی ضیائی	۳۱
نعت شریف	احمد حسین ضیائی	۳۲
اللہ رے عزم حسین	قمر الہدیٰ فریدی	۳۳
سہرا اسنار	کوثر منیر صاحب	۳۵
امتیاز نسب	صاحبزادہ صغیر احمد چشتی	۳۷
احوال واقعی	ادارہ	۳۸
ہماری خبریں	ادارہ	۴۰

ادارۂ تحریر

انوار احمد نظامی
جلیل احمد مصباحی
محمد میکائیل ضیائی
ضیا، جالوی، نسیم بستوی
اسلم بستوی، انور علی بی کام
وارث جمال، بستوی
حسن رضا خان
ایم اے، پی ایچ ڈی

قیمت

سالانہ بتیس روپے
فی پرچہ دو روپے

○

اس دائرے کا سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے ۔

مینیجر

ہمارا ٹکٹ پتہ:۔ دفتر ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد ۳

انوار احمد نظامی پرو پرائٹر، پرنٹر اینڈ پبلیشر نے تاج آفسیٹ پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر پاسبان الٰہ آباد سے شائع کیا

کتابت سہیل احمد الٰہ آبادی

امشتاق احمد نظامی

شذرات

آہ .... مجاہد ملت
علیہ الرحمۃ والرضوان

آنکھ کہتی ہے تم نظر نہیں آتے۔ عقل کہتی ہے تم نے موت کی چادر اوڑھ لی مگر دل کہتا ہے تم ہماری انجمن میں ہو۔

میرے سرکار یا خود تم ہی بتادو کہ تم کہاں ہو ہم تمہیں کہاں ڈھونڈھیں کہاں تلاش کریں۔ کیا یہ سچ ہے تم بہت دور چلے گئے؟

میرے آقائے نعمت! تمہاری کن کن اداؤں پر سر دھنا جائے اور کن کن محاسن پر کلیجہ بیٹھا جائے۔ میرے سرکار تم اکیلے نہیں گئے تمناؤں اور آرزوؤں کی دنیا ساتھ لے گئے۔ تمنائیں دل میں رہ گئیں اور حسرتوں نے سسک سسک کر دم توڑ دیا کبھی خواب ہی میں آکر اتنا تو بتا جاؤ کہ جگر کا بہتا ہوا لہو کس کی نذر کی جائے۔

میرے مجاہد! تم گفتار کے نہیں کردار کے مجاہد تھے تم پہلے کہتے نہیں تھے خود کر کے دکھاتے تھے۔ وہ جیل جس سے دنیا بھاگے۔ اسے تم نے اپنا گھر بنالیا تھا۔ زندگی کے ہر نازک موڑ پر تم نے ظلم و تشدد کا پنجہ مروڑا۔ حق کے خلاف تم نے کبھی کوئی آواز برداشت نہ کی۔ میرے مجاہد! جیل کی آہنی سلاخیں تمہیں سلام کہہ رہی ہیں۔

اے عرب و عجم کے امام! جوبات تم نے اپنے وطن میں کہی دہلی تختۂ دار و رسن پر کہی آج بھی تمہاری گرجتی آواز حرم کعبہ میں گونج رہی ہے ایوان باطل لرز رہا ہے مکہ کی شاہراہیں اور مدینہ کی حسین گلیاں تمہیں ڈھونڈھ رہی ہیں۔ اے عابد شب زندہ دار مصلیٰ امامت اس لئے تیرا منتظر ہے کہ تو اپنا آخری سجدہ کرلے۔

میرے سرکار! تم اپنی دینی، ملی و ملکی خدمات کا خراج عقیدت قبول کرلو۔ اس کے لئے تمہاری گود کا پروردہ نظامی دوات کی روشنائی نہیں دل کا خون اور جگر کا لہو نذر کر رہا ہے۔ دمام گریہ پہنچتے پہنچتے ایک شعر کہہ دیا تھا۔ جو بے ساختہ نوک قلم پر آرہا ہے سو

سینے میں کوئی ڈال دے پتھر کا کلیجہ
دیکھا نہیں جاتا ہے مجاہد کا جنازہ

سرکار مدینہ کانفرنس

حسب اعلان دارالعلوم غریب نواز کے زیر اہتمام ۲۲، ۲۳ رمئی ۱۹۸۱ء کو اپنی شاندار

دیرینہ روایات کے ساتھ سرکار مدینہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ دارالعلوم کی سہ منزلہ عمارت کو بقعۂ نور بنا دیا گیا تھا۔ کانفرنس کا اسٹیج سیکڑوں علماء مشائخ، شعراء اور عمائد کے پروقار چہروں سے خلد منظر تھا۔ گویا زمین پر فردوس کا کوئی ٹکڑا رکھ دیا گیا تھا۔ ۲۳؍ مئی کو علماء اور نمائندگان پر مشتمل چند خصوصی ایجنڈوں پر میٹنگ ہوئی اور بہت سے اہم مسائل کو طے کیا گیا۔ علماء کی اس نشست میں مرتبہ نصاب تعلیم پیش کیا گیا جس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ تکفیر دیابنہ سے متعلق استفتار اور فتویٰ بھی اس ایوان میں پیش کیا گیا۔ کمیٹی نے اپنی مسرت اور اطمینان کا اظہار کیا۔ اور اسے اس صدی کا ایک بنیادی کام تصور کیا گیا۔

دوسو سے زائد مدارس عربیہ کو نصاب تعلیم بھیجا گیا۔ اور جو مدارس اس کے خواہشمند ہوں وہ رابطۂ مدارس عربیہ دارالعلوم غریب نواز الٰہ آباد کے پتے پر خط بھیج کر طلب کر سکتے ہیں۔

باسنی کا وفد

سرکار مدینہ کانفرنس میں شرکت کی غرض سے سنی تبلیغی جماعت باسنی ضلع ناگور کا آٹھ ارکان پر مشتمل وفد مولانا ظہور احمد صاحب کی سربراہی میں دارالعلوم غریب نواز میں حاضر ہوا۔ جناب انور علی انصاری بھیونڈی، جناب قیصر رضوی نندوربار جناب سید مقبول پاشا میسور، جیسے خصوصی معاونین کی عدم شرکت کے باعث سنی تبلیغی جماعت کی علیحدہ کوئی نشست نہ ہو سکی۔ ویسے باسنی کا وفد مرحبا سے الوداع تک شریک کانفرنس رہا کمیٹی نے ان کی خدمات کو سراہا۔

شعبۂ امامت کا نصاب

آج تک امامت کا کوئی نصاب نہ تھا مگر دارالعلوم غریب نواز کا یہ زریں کارنامہ ہے کہ اس نے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کر کے اپنے فرض منصبی کو انجام دیا۔ علماء نے اس کی بڑی تحسین کی اب ضرورت ہے کہ عام مدارس میں اس نصاب کو جاری کیا جائے تاکہ کچھ دنوں بعد غیر سند یافتہ حضرات سے کم از کم امامت کی ہی سند طلب کی جائے۔ عوام میں یہ شعور اسی وقت پیدا ہوگا جب عام مدارس اس کی طرف متوجہ ہوں۔

نصاب تعلیم

رابطہ مدارس عربیہ دارالعلوم غریب نواز کی طرف سے جو نصاب مرتب کیا گیا ہے وہ درجہ پرائمری، حفظ و قرأت، امامت، مولوی، عالم، فاضل اور تخصیص تک کے درجات پر مشتمل ہے۔ یہ برسوں کی کاوش اور محنت کا نتیجہ ہے۔ نصاب دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر اس نصاب کو عام کیا گیا تو شمال و جنوب میں اجنبیت کی جو دیوار حائل ہے وہ ٹوٹ جائے گی اس کی ہم آہنگی و یکسانیت سے ہم ایک دوسرے سے قریب ہو جائیں گے۔

اشارات

نصاب تعلیم میں منطق، فلسفہ، عربی ادب، گرامر، حدیث وغیرہ سے متعلق میں نے چند خصوصی اشارے دیئے ہیں ہو سکتا ہے میری یہ کاوش فکر اہل علم اور دانشوروں کے لئے قابل قبول ہوں۔ اور ان اشارات میں جو باتیں قابل ترمیم و تنسیخ اور لائق اصلاح ہوں اسے میں قبول کرنے کو تیار ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ اسے بغور دیکھا جائے اور اپنے نیک و مفید مشورے سے مجھے مطلع کیا جائے۔

مسئلہ تکفیر

علماء دیوبند کی کفری عبارات پر تکفیر کے مسئلہ کو وقت کی اہم ضرورت کو سمجھتے ہوئے استفتار اور فتویٰ کو چھاپ دیا گیا ہے اور استفتار و فتویٰ کے علاوہ اس کاپی میں پچیس ورق سادہ ہیں تاکہ ہر علاقہ کے علماء مشائخ سے اس پر دستخط لئے جائیں اس طرح اس کی کئی ہزار کاپیاں بنا دی گئی ہیں تاکہ ہر علاقے کے علماء اپنی اپنی کاپیوں پر دستخط لینے کا کام کرتے رہیں۔ اس طرح علیحدہ علیحدہ صوبوں سے ہزار ہا ہزار دستخط لے لئے جائیں گے۔ اس کا آغاز ہو چکا ہے۔

مارچ ۱۹۸۴ء کی کانفرنس

امسال کی کانفرنس مارچ ۸۴ء کی ہونے والی عظیم کانفرنس کا پیش خیمہ ہے۔ جس کے خاکے مرتب کر لئے گئے ہیں۔ اس کانفرنس سے متعلق

مختلف اوقات میں اصحاب رائے کی مجلس شوریٰ ہوتی رہے گی۔ حالات پر قابو یافتہ ہونے کے بعد اس کی صحیح تاریخ کا اعلان کر دیا جائے گا
چونکہ ۱۹۸۴ء کی کانفرنس آل انڈیا سطح پر ہوگی۔ اس لئے تمام صوبوں کے نمائندہ حضرات کی رائے کے بعد ہی یہ قدم اٹھایا جائے گا۔
اس کانفرنس میں بہت اہم ایجنڈوں کو طے کرنا ہے تاکہ آنے والی نسل اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

سرکار مدینہ کانفرنس کی تجاویز

۲۳ر مئی کو امین شریعت مناظر اعظم شیخ طریقت حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت کی صدارت میں ایوان نے جن تجاویز کو منظور کیا ہے وہ پیش خدمت ہیں۔ بہ اجازت صدر مفکر اسلام حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب نے ان تجاویز کو پڑھ کر سنایا اور عوام کی منظوری حاصل کی۔

تجویز ۱ حضور مجاہد ملت مناظر اعظم علامہ الحاج مفتی شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان دنیائے سنیت کے عظیم رہنما و قائد تھے جو اپنی حیات ظاہری کے آخری لمحات تک اسلام و سنیت کی اشاعت کے لئے کوشاں رہے۔ رب قدیر اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اور طفیل میں حضور مجاہد ملت کو اپنی رحمت و رضا اور غفران سے سرفراز فرمائے۔ آج کی یہ عظیم الشان سرکار مدینہ کانفرنس حضور مجاہد ملت کے انتقال کو دنیائے سنیت کا ناقابل تلافی نقصان تصور کرتی ہے۔ اور دعا گو ہے کہ حضور کے جملہ متعلقین کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔ نیز ہم تمام سنی مسلمانوں کو حضور مجاہد ملت کے مسلک کو زندہ رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تجویز ۲ حکومت سعودیہ تطہیر المساجد عن المقابر کا نعرہ لگا کر گنبد خضریٰ کو منہدم کرنے کی ناپاک سازش کر رہی ہے۔ آمدہ اطلاعات اس بات کا مظہر ہیں کہ فی الحال ایک دیوار بنا کر مسجد نبوی شریف سے گنبد خضریٰ کو علیحدہ کر دے۔ آج کی یہ عظیم الشان کانفرنس یہ اعلان کرتی ہے کہ گنبد خضریٰ کسی ایک حکومت کا نہیں بلکہ سارے عالم اسلام کا ہے۔ اگر حکومت سعودیہ نے کوئی ایسی سازش کی تو اسکا اثر عالم اسلام پر پڑے گا۔ اور اس موقعہ پر ہر خوش عقیدہ مسلمان ہر طرح کی قربانی دے کر گنبد خضریٰ کی حفاظت کرے گا لہٰذا آج کی کانفرنس حکومت سعودیہ کو متنبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے اس غلط اقدام سے باز آنے کا واضح اعلان کرے۔ اور ساتھ ہی ساتھ جو مزارات مقدسہ شہید کر دیئے گئے ہیں ان کی از سر نو تعمیر کرائی جائے۔ یا ہم مسلمانوں کو اجازت دی جائے کہ ہم ان کی تعمیر کریں۔

تجویز ۳ آج کی یہ سرکار مدینہ کانفرنس آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت کے زیر اہتمام سرکار غوث اعظم کانفرنس ڈھالو نے جو تجویز منظور کی تھی اس کی تائید کرتی ہے۔ جس کا متن یہ ہے۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء پر آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت اپنے مکمل اعتماد و یقین کا اعلان کرتی ہے۔ اور تحفظ گنبد خضریٰ اور بازیابی بیت المقدس کے سلسلے میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء جو بھی اقدام کرے گی پورے ملک کے سنی عوام اور سنی علماء مشائخ و ائمہ مساجد و عمائد قوم آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا ساتھ دیں گے۔

تجویز ۴ آج کی یہ عظیم الشان کانفرنس نے یہ طے کیا کہ ممالک اسلامیہ کے دار الافتاء سے توسل بالانبیاء کے سلسلے میں فتاوے حاصل کئے جائیں اور اس پر عمل درآمد کے لئے ممالک اسلامیہ سے رابطہ قائم کیا جائے۔

تجویز ۵ سعودی حکومت کو بذریعہ سعودی سفارت خانہ (ایمبسی) لکھا جائے کہ ہم ہندوستان اور مختلف ممالک کے کثیر تعداد میں آنے والے مسلمان کعبہ معظمہ کی بڑی سے بڑی جماعت کو چھوڑ کر مستقل جماعت قائم کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ جس کا ہم لوگوں کو بے حد افسوس ہے لہٰذا یہ خلیج جو ہمارے اور آپ کے درمیان حائل ہے۔ اس کو پاٹنے کے لئے سرکار مدینہ کانفرنس ایک تجویز پیش کرتی ہے کہ علماء نجد اور علماء اہلسنت کو اپنے حدود حکومت میں کوئی جگہ متعین کر کے اکٹھا کریں۔ جس میں اس بات کی تحقیق ہو کہ ہمارے اور آپ کے درمیان وہ کون

سے بنیادی اختلافات ہیں جن کی وجہ سے ہم اہلسنت مجبوراً علحدہ جماعت کرتے ہیں۔ اگر تبلیغ کے بعد یہ طے پایا گیا کہ علماء نجد کے پیچھے ہماری نماز مع الکراہت بھی ہوجاتی ہے تو ہم آپ کی جماعت کی شرکت کو لازم سمجھیں گے۔ اور اس کا اعلان عام کر دیں گے۔ اور جواز مع الکراہت کی بھی کوئی شکل نہ نکل سکی تو اس کا بھی اعلان عام کر دیں گے کہ علماء نجد کے پیچھے ہماری نماز جائز نہیں ہے۔

تجویز ۱۶ آج کی اس مجلس علماء میں باتفاق رائے یہ طے پایا کہ آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت کی سرپرستی حضرت سلطان المناظرین مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ منظور فرمائیں۔ اور بیحد خوشی کی بات یہ ہے کہ حضور نے سرپرستی قبول فرمالی ہے۔

سرکار غوث اعظم کانفرنس دھانو

حسب اعلان ۱۳؍۱۴ مئی ۱۹۸۱ء کو سرکار غوث اعظم کانفرنس دھانو زیر صدارت شیخ طریقت حضرت مولانا خواجہ نظام الدین صاحب بدایونی منعقد ہوئی اگرچہ مجمع ملکارہا پھر بھی نمائندہ کانفرنس قرار دیا گیا۔ چونکہ اس کانفرنس میں احمد آباد، سورت، بھڑوچ، بڑودہ، چلی، بلی موڑہ، نوساری، انکلیشور، بمبئی، مالیگاؤں، دھولیہ، نندوربار، شہادہ، ناسک، بھساول وغیرہ تک کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اناؤنسر کے فرائض خطیب اہلسنت حضرت مولانا منصور علی خاں صاحب نے انجام دیئے۔ راقم الحروف (مشتاق احمد نظامی) نے اپنا خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ اس کانفرنس میں جو تجاویز منظور کی گئیں وہ درج ذیل ہیں۔

تجویز ۱:۔ آج کی اس عظیم الشان سرکار غوث اعظم کانفرنس میں تشریف لانے والے علماء اہلسنت دھانو کے سنی مسلمانوں سے پرزور گذارش کرتے ہیں کہ یہاں کے مقامی سنی حضرات دھانو میں ایک دینی درسگاہ کا قیام عمل میں لائیں۔ جس کے ابتدائی دور میں درجہ پرائمری اور شعبۂ حفظ و قرأت قائم کیا جائے۔ اور پھر تدریجاً اس درسگاہ کو دارالعلوم کی شکل دی جائے۔

تجویز ۲:۔ حکومت سعودیہ تطہیر المساجد عن المقابر (مساجد کو قبروں سے پاک و صاف کرنا) کا نعرہ لگا کر گنبد خضریٰ کو منہدم کرنے کی ناپاک سازش کر رہی ہے۔ آمدہ اطلاعات اس بات کے مظہر ہیں کہ فی الحال ایک دیوار بنا کر مسجد نبوی شریف سے گنبد خضریٰ کو علحدہ کرنے کا پروگرام ہے۔ اور اس کے بعد اگر خدانخواستہ گنبد خضریٰ کو منہدم کرنے کا منصوبہ ہے۔ آج کی یہ عظیم الشان کانفرنس اعلان کرتی ہے کہ گنبد خضریٰ کسی ایک حکومت کا نہیں ہے بلکہ پورے عالم اسلام کا ہے۔ اگر حکومت سعودیہ نے کوئی ایسی سازش کی تو اس کا اثر تمام عالم اسلام پر پڑے گا۔ اور پھر اس موقع پر ہر خوش عقیدہ مسلمان ہر طرح کی قربانی دے کر گنبد خضریٰ کی حفاظت کرے گا۔ لہٰذا آج کی کانفرنس حکومت سعودیہ کو متنبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے اس غلط اقدام کو ختم کرنے کا واضح اعلان کرے اور ساتھ ہی ساتھ جو مزارات مقدسہ شہید کر دیئے گئے ہیں ان کی از سر نو تعمیر کی جائے۔

تجویز ۳:۔ آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت کے زیر اہتمام یہ ہونے والی عظیم الشان سرکار غوث اعظم کانفرنس آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء پر اپنے مکمل اعتماد و یقین کا اعلان کرتی ہے۔ اور تحفظ گنبد خضریٰ و بازیابی بیت المقدس کے سلسلے میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء جو بھی اقدام کرے گی پورے ملک کے سنی عوام اور سنی علماء و مشائخ و ائمہ مساجد و عمائد قوم آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا ساتھ دیں گے۔

تجویز ۴:۔ سرزمین دھانو کی یہ عظیم الشان کانفرنس ۲۲/۲۳ مئی کو الہ آباد میں ہونے والی سرکار مدینہ کانفرنس کی تجاویز وہابیہ، دیوبندیہ کی تکفیر پر فتاوی حسام الحرمین کی تائید میں دستخطی مہم کا آغاز، عربی ٹریننگ کالج کا قیام، ائمہ مساجد کا نصاب، ائمہ مساجد کی تنخواہ کا اسکیل وغیرہ تمام تجاویز کی مکمل و بھرپور تائید و حمایت کا اعلان کرتی ہے۔

تجویز ۵:۔ گجرات اور کاٹھیاواڑ کا علاقہ تبلیغی جماعت سے متاثر ہو رہا ہے۔ لہٰذا آج کا یہ اجلاس سنی علماء و سنی عمائد سے پرزور

مطالبہ کرتا ہے کہ صوبہ میں سنی تبلیغی جماعت کے کام کو تیز سے تیز تر کر دیا جائے۔

تجویز نمبر ۶: حضور مجاہد ملت مناظر اعظم علامہ الحاج مفتی شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان دنیائے سنیت کے عظیم رہنما و قائد تھے جو اپنی حیات ظاہری کے آخری لمحہ تک اسلام وسنیت کی اشاعت کے لئے کوشاں رہے۔ آج کی یہ شاندار سرکار غوث اعظم کانفرنس حضور مجاہد ملت کے انتقال کو دنیا، سنیت کا ناقابل تلافی نقصان تصور کرتی ہے۔ رب قدیر اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ اور طفیل میں حضور مجاہد ملت کو اپنی رحمت و رضا و غفران سے سرفراز فرمائے۔ اور حضرت کے جملہ متعلقین کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔ نیز ہم تمام سنی مسلمانوں کو حضور مجاہد ملت کے مسلک کو زندہ رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تجویز نمبر ۷: آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت کی یہ عظیم الشان سرکار غوث اعظم کانفرنس یہ تجویز منظور کرتی ہے کہ ائمہ مساجد کی تنخواہ کا اسکیل مقرر کیا جائے۔ اور مساجد میں اماموں کے تقرر کے سلسلے میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ ایک فارم ترتیب دے تاکہ اس فارم کی خانہ پری کے بعد امام کا تقرر مسجد میں کیا جائے۔ اور متولیان مساجد و ائمہ دونوں اس فارم کے پابند ہوں گے۔

تجویز نمبر ۸: آج کی یہ عظیم الشان کانفرنس حکومت سعودیہ سے پر زور مطالبہ کرتی ہے کہ سعودی حکومت کسی بھی سنی مسلمان حاجی کو پابند نہیں کر سکتی کہ وہ نجدی امام کے پیچھے نماز پڑھے اور کسی بھی حاجی کو حج کے بغیر واپس نہیں کر سکتی۔

فقیہ اسلام کا اجراء

اعلان کے مطابق ۳۰ مئی کو سرکار مدینہ کانفرنس میں "فقیہ اسلام" کے اجراء کی رسم ادا کی گئی مناظر اسلام شیخ طریقت صدر کانفرنس مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت نے اس رسم کو ادا فرمایا نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت کی جھنکار میں مفکر اسلام مولانا حسن رضا خاں صاحب پر پھولوں کی بارش کی گئی مولانا انوار احمد نظامی ناظم اعلیٰ غریب نواز نے روپیوں کا ہار پہنایا اور روپیوں سے بھرا لفافہ نذر کیا عوام نے بڑی جوش و خروش سے اس رسم کا خیر مقدم کیا۔ امام احمد رضا زندہ باد، مسلک اعلیٰحضرت زندہ باد، مولانا حسن رضا خاں زندہ باد، دار العلوم غریب نواز الٰہ آباد زندہ باد کے نعرے سے ساری فضا گونج اٹھی تھی۔

■■

محدث سہسرامی کا بقیہ ص ۷ سے آگے

کی چلتی پھرتی زندہ تصویر تھے۔ آپ بذلہ سنج، منکسر المزاج، خوش اخلاق، اعلیٰ کردار و بلند اطوار تھے۔ آپ سے ملنے والا ہر شخص آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

حضرت علامہ کے وصال سے کسی فرد یا کسی خاندان ہی کا نقصان نہیں ہے بلکہ پوری ملت اسلامیہ یتیم ہو گئی۔ علم و معرفت شعور و آگہی کا ہرا بھرا چمن ویران ہو گیا۔ شعر و سخن کی محفل سو[...] ہو گئی۔ دار العلوم خیریہ کا لہلہاتا ہوا گلستان اپنے شفیق و کرم[...] نگہبان سے محروم ہو گیا۔

مولائے کریم اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صد[قہ] میں حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے پسماندگان، تلامذہ و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور دار العلوم خیریہ سہسرام کی ترقی و ترو[یج] کا ذریعہ و سہارا پیدا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

■■

مشتاق احمد نظامی

آہ ..... محدث سہسرامی

آسمان علم و حکمت اور رشد و ہدایت کا ایک ستارہ اور ڈوب گیا

دعام نگر شریف کی واپسی پر الہ آباد آکر اطمینان سے بیٹھنے [illegible] بھی نہ پایا تھا کہ اچانک مولانا محمد ظل الرحمٰن صاحب کا ٹیلی گرام پہنچا کہ مولانا محمد ضیاء الحسن صاحب سہسرامی کا وصال ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

ابھی ایک زخم مندمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ دوسرا زخم پھر [illegible] آیا۔ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کے بعد جن [illegible]ستیوں کو یاد کر کے دل کو تسلی دے لیا کرتا تھا۔ افسوس صد ہزار [illegible]سوس علم و آگہی کا ایک اور قلعہ منہدم ہو گیا۔ حضرت علامہ محمد [illegible]یاء الحسن صاحب محدث دار العلوم خیریہ سہسرام ایک علمی خانوادہ [illegible] چشم و چراغ تھے۔ آپ حضرت علامہ حافظ قاری محمد حسن صاحب [illegible]سرامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی مدینہ منورہ) کے باوقار فرزند ارجمند [illegible] قطب دوراں حضرت علامہ محمد فرخند علی صاحب نور اللہ مرقدہ [illegible] داماد تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی اور خسر معظم [illegible]سے حاصل فرمائی۔ اس کے مدرسہ سبحانیہ الہ آباد سے تکمیل نصاب [illegible] کے بعد بھی سند فراغت لینے سے انکار کر دیا اور مزید تحصیل علم [illegible] خاطر کئی مدارس اور قابل قدر اساتذہ کی تلاش و جستجو میں [illegible] گردان رہے اور اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ برسوں ادھر [illegible] مسند تدریس پر فائز رہنے کے بعد حضرت علامہ فرخند علی [illegible]احب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دار العلوم خیریہ بلالیا۔ اور [illegible] وقت سے لے کر آج تک تقریباً نصف صدی سے بھی زائد دار العلوم خیریہ کے مسند تدریس کو جلا بخشتے رہے۔ آپ نے درس و تدریس میں ہندوستان گیر شہرت حاصل کی۔ ملک کا چپہ چپہ آپ کی علمی صلاحیتوں کا معترف ہے تفسیر و حدیث، فقہ و اصول فقہ، منطق و فلسفہ، فرائض و بلاغت، عروض و فصاحت اور ہیئت و توقیت جیسے تمام علوم و فنون میں آپ کو کامل دسترس حاصل تھی۔ اس کے علاوہ آپ عربی فارسی و اردو ادب کے بہترین ماہر اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ حضرت علامہ نے اپنی علمی صلاحیت سے بہت سے تاریک دلوں کو عشق نبوی کے نور سے منور و مجلیٰ فرمایا۔ اس علمی جاہ و جلال کے باوجود آپ ایک باکرامت ولی کامل اور عابد شب زندہ دار بھی تھے۔ گویا آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے جن کا صحیح شمار بھی ممکن نہیں۔

حضرت مولانا کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد دار العلوم خیریہ کی نظامت کی ذمہ داری مولانا سید مظفر حسین صاحب ایم پی نے آپ کے سپرد فرمائی تھی اور آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک بحسن و بخوبی اسے انجام دیتے رہے۔ گویا آپ کی حیات پاک کا گہرائی سے مطالعہ و تجزیہ کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے معاصرین میں منفرد شخصیت کے حامل تھے۔ آپ اپنے اسلاف کی یادگار و نمونہ تھے۔ آپ جہاں اپنے بڑوں اور ہمعصروں کے سامنے حسن اخلاق و کرم کا مجسمہ تھے وہیں بچوں کے لئے شفقت و محبت

(بقیہ صـ۶ـ پر)

نذرِ عقیدت

بہ بارگاہ حضور سیدنا مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت سید شاہ غلام مصطفیٰ حضرت القادری الجیلانی صاحب سجادہ دربار قادریہ دامیر شریف صوبہ بنگال، کلکتہ ۲

کونین پہ رحمت کی گھٹا جھوم پڑی ہے
ساقی تیرے صدقے یہ بڑی نیک گھڑی ہے

یہ ابر بہار اور یہ پُر کیف ہوائیں
رندوں کی نظر ساغر و مینا سے لڑی ہے

کیا بادِ بہار آئی ہے اعجاز بداماں
پانی کے عوض ابر سے پھولوں کی جھڑی ہے

انگارے بنے پھول، دھواں بن گیا سنبل
کعبہ سے گھٹا اٹھی کچھ بوند پڑی ہے

کعبے کی زمیں آج ہے کیوں مطلع انوار
کعبے کے رخ روشن کی یہاں چھوٹ پڑی ہے

رحمت میں جلالت کی نظر آتی ہے تصویر
ہے ہاتھ عطا پاش ترا، ضرب کڑی ہے

بھولے گی نہ تا حشر شکست درِ خیبر
یہ ضرب سر کفر پہ کچھ ایسی پڑی ہے

اے قوتِ بازوئے نبی خاصۂ داور
اسلام کی دیوار تیرے دم سے کھڑی ہے

ہیں غوثِ خدا، جانِ حسن دلبر حیدر
یہ سلسلۂ پاک تو سونے کی کڑی ہے

جب حیدر صفدر نے کی اک خاص توجہ
سوتی ہوئی قسمت بھی مری جاگ پڑی ہے

ہے در نجف دیدۂ حق بیں سر اک لفظ
جو شعر ہے حضرت کا وہ موتی کی لڑی ہے

حسان الہند حضرت بیکل اتساہی

کلمۂ توحید ہے تیری شہادت اے حسین
تو نہ ہوتا تو نہ رہ جاتی صداقت اے حسین

احتمال آنے کا ہے پھر سے یزیدیت کا دور
پھر جہان نو کو ہے تری ضرورت اے حسین

ملت اسلام کو ملتا ہے اک درس حیات
کیسے بھولیں ہم تیرا یوم شہادت اے حسین

تیری قربانی نے زندہ کر دیا اسلام کو
وہ رہے گا تا ابد تیری بدولت اے حسین

حال میرا کچھ بھی میرا عقیدہ ہے یہی
بخشوائے گی مجھے تیری محبت اے حسین

از ندیم اشرفی گورکھپوری

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و الہ الفخیم۔

نعت گوئی دراصل ایک بہت ہی دشوار فن ہے۔ دراصل اس کی زمین اتنی سنگلاخ ہے کہ ہر کوئی اگر چاہے کہ با آسانی عبور کر جائے تو ممکن نہیں۔ دراصل نعت گوئی کا فن ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا فن ہے یا ہم دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ نعت گوئی کا فن دراصل انگاروں سے کھیلنے کے مترادف ہے ذرا سی بد احتیاطی سے ہلاک ہو جانے کا سو فیصدی امکان رہتا ہے۔ اگر آپ نے بفضل خدا کبھی نعت کہی تو آپ کو اس کا ضرور اندازہ ہو گا۔ اگر نہیں ـــــ تو ہم برصغیر کے چند مشاہیر نقادوں کے تجربات و مشاہدات پیش کرتے ہیں جسے پڑھ کر آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کتنا دشوار اور پرخطر فن ہے تو لیجئے سب سے پہلے پروفیسر فاروق احمد کے خیالات مشاہدہ کیجئے۔

"نعت گوئی کا فن پل صراط کا راستہ طے کرنے سے زیادہ دشوار ہے۔ یہ چاول پر قل ہو اللہ لکھنے کا فن ہے اس فن دشوار سے کما حقہ عہدہ برآ ہو جانا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے بڑے احتیاط قلم اور احتیاط فکر و فہم کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی بھی خیال کو فنی پیکر عطا کرنے کے لئے اس کو سو بار احتیاط کی چھلنی میں چھانٹ لینا پڑتا ہے۔ اس کے لئے ادنیٰ سی لغزش بھی بڑی ہلاکت آفریں ہوتی ہے"

(المجیب پھلواری شریف)

"نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز مشکل ہے۔ پرواز سے پہلے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ فضا ساز گار رہے گی بھی یا نہیں ـــــ اگر ہمت پرواز مشکل مقام پر پہنچا دے تو بھی اڑنے والے کا یہ کمال ہونا چاہیئے کہ وہ اور کامیابی کے ساتھ وہاں سے گزر جائے"

(ڈاکٹر ابو اللیث)

"موضوع کا احترام شاعر کو مجبور کرتا ہے کہ وہ منچے تلے الفاظ، حسن خطابت اور حسن بیانی کے ساتھ عقیدے کی تفصیلات اور باریکیوں کو صحت کے ساتھ لے کر چلے اور قدم قدم پر اس کا لحاظ کرے کہ تخیل کی پرواز کہیں ان مقامات تک نہ پہنچا دے جن سے صادق البیانی پر حرف آئے اور نتیجتاً نعت نعت نہ رہے"

(سید رفیع الدین قادری)

"اس میں شک نہیں نعت گوئی ایک مشکل مگر بہترین صنف سخن ہے اور باعث خیر و ثواب ہے۔ زور قلم اور جولانی طبع کے تحت اس فن میں قدم قدم پر خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ ذات مقدس جس کی سرکار میں دانستہ و نادانستہ ذرا بھی سوئے ادب ضبط اعمال کا سبب ہو اس کی مدح و نعت بڑے ہوش و حواس کا کام ہے"

(ڈاکٹر طلحہ رضوی برق)

"یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ شاعری کے جملہ اصناف میں نعت گوئی

بہت ہی مشکل فن ہے۔ اس کے لئے جذبۂ اخلاص و محبت اور گہری عقیدت کے ساتھ ساتھ اعتدال و توازن اور حد وشناسی کی ضرورت ہے:

(مولانا وارث جمال بستوی)

اب چند شعراء کرام کے نظریات بھی ملاحظہ فرمایئے ؎

عرفی شتاب این رہ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را ۔ عرفی

میں ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ ....
.... امام احمد رضا ....

اب یہ بات اچھی طرح واضح ہوگی کہ نعت گوئی ایک بہت ہی دشوار اور پُر خطر فن ہے۔ پھر بھی اس صنف ادب میں ہر چھوٹے بڑے شاعر نے اپنے اپنے طور پر کوششیں کی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ عربی اور فارسی زبان کے بنسبت اردو زبان میں نعتیہ شاعری کا سرمایہ کم ہے۔

نعت گوئی دراصل وہ مخصوص صنف ادب ہے جو خلاصۂ کائنات فخر موجودات حضور اقدس حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس میں کہی گئی ہو اوّل اوّل خداوند قدوس خود اپنے محبوب کی تعریف فرمایا ہے اور جن و انس کو بھی ان پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیتا ہے۔

نعت گوئی کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اس کا تعلق براہ راست عہد ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہے۔ آپ نے جب مکہ سے مدینہ کے لئے ہجرت فرمایا تو اہل مدینہ نے آپ کو اس شعر کے ساتھ لبیک کہا ؎

انت شرفت المدینہ
مرحبا یا خیر داع

(آپ نے مدینہ مکرمہ کو مشرف کردیا۔ اے بہترین دعوت دینے والے آپ کے لئے خوش آمدید ہے)

آپ کے محترم ابو طالب نے بھی آپ کی شان میں چند اشعار کہے ہیں گرچہ وہ آپ پر ایمان نہ لاسکے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے یہ دو شعر بہت پسند تھے ؎

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِيْنَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا
لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْحِذَارُ مُسَبَّةٍ
لَوَجَدْتَنِيْ سَمْحًا بِذَاكَ مُبِيْنًا

"(میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام جہانوں کے دینوں سے بہتر ہے۔ اگر مجھے ملامت اور بدگوئی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں نہایت صفائی کے ساتھ اس دین کو قبول کرتا)"

درباری شعراء کی حیثیت سے حضرت حسان بن ثابت کعب بن زہیر، عبداللہ بن رواحہ اور جعفر طیار وغیرہ کافی مشہور ہیں۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ
وَاَكْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

(اے حسن و جمال کے آقا آپ سے بڑھ کر حسین و جمیل میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے بڑا صاحب کمال دنیا جہاں کی عورتوں کی آغوش میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے گویا کہ آپ کی تخلیق آپ ہی کی مرضی کے مطابق ہوئی۔)

حضرت کعب بن زہیر کا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" تو عربی ادب کا شاہکار تسلیم کیا جاچکا ہے۔ اس کے یہ دو شعر ملاحظہ کیجئے ؎

فَقَدْ آتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ مُعْتَذِرًا
وَالْعُذْرُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَقْبُوْلٌ
مَھْلًا ھَدَاکَ الَّذِیْ اَعْطَاکَ نَافِلَۃَ
الْقُرْآنِ فِیْھَا مَوَاعِیْظُ وَ تَفْصِیْلٌ

(بے شک میں رسول اللہ کے پاس عذر پیش کرتا ہوا آیا ہوں. اور عذر اللہ کے رسول کے نزدیک پسندیدہ ہے. مجھے مہلت دیجئے. اللہ آپ کو ہدایت کرے. جس نے آپ کو قرآن عطا کیا جس میں نصیحتیں اور برزگیاں ہیں)

چنانچہ ایک مقام پر کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

"اُھجھم فوالذی نفسی بیدہ لھو اشد علیھم من النبل"۔

"(یعنی ان کی (دشمنان اسلام) کی ہجو کہو، کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہارا شعر ان کے حق میں تیر سے زیادہ تیز ہے"۔

اب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے جنہیں رسول اللہ سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب انھوں نے سنا جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دندان شہید ہو چکے ہیں تو آپ نے فرطِ عقیدت سے اپنے تمام دانت توڑ لئے تھے؎

بَلَّغَ اللّٰہُ صَلَاتِیْ وَسَلَامِیْ ابدا
لِنَبِیٍّ عَرَبِیٍّ مَدَنِیٍّ حَرَمِیْ

(اللہ تعالٰی میرا درود و سلام ہمیشہ پہنچاتا رہے اس نبی مکرم پر جو عربی ہیں مدینہ اور حرم شریف کے رہنے والے ہیں.)

ان کے بعد عربی فارسی کے سرآمد شعراء کی فہرست سامنے آتی ہے جس میں بوصیری، رومی، جامی، قدسی، شوقی، عرفی، حافظ اور شیخ سعدی وغیرہ کے نام کافی اہمیت کے حامل ہیں۔

امام بوصیری کے قصیدہ بردہ شریف پر عربی ادب کو ناز ہے آپ نے اپنے مشہور عالم قصیدے کی ابتدا اس شعر سے کی ہے؎

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٍ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُقْلَۃٍ بِدَمٖ

(یعنی کیا ذی سلم کے پڑوسی یاد آگئے. جن کی یاد میں تمہاری آنکھیں خون کے آنسو بہا رہی ہیں.)

آگے چل کر ایک مقام پر فرماتے ہیں؎

دَعْ مَا ادَّعَتْہُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّھِمْ
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مدحا فیہ واحتکم

(اے مسلمانوں! نصاریٰ نے جو باتیں اپنے نبی یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں کہی ہیں (خدا کا بیٹا) تو ان سے باز رہو اور اس کے علاوہ تو اپنے نبی کی تعریف و ثنا جو چاہے کہے اور یقین و اعتماد سے کہتا چلا جائے.)

اسلام کی ضیا پاشی نے جب عرب کو منور کر دیا تو عجمی شاعری مجازی شاعری سے ہم آہنگ ہو گئی. مثال کے طور پر حضرت شیخ سعدی کا یہ دو شعر دیکھئے؎

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

حضرت عبدالرحمان جامی نے بارگاہ رسول میں عرض کیا؎

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقَّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(اے سراپائے حسن و جمال اور اے بشریت کے تاجدار، چاند کی چمک آپ ہی کے روئے انور سے ہے. آپ کی تعریف کا جو حق چاہئے وہ مجھ سے ممکن نہیں، قصہ مختصر یہ ہے کہ خدا کے بعد آپ ہی سب سے بڑے ہیں.)

اب یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ نعت گوئی ایک بہت ہی دشوار اور پرخطر فن ہے. پھر بھی اس صنف ادب میں ہر چھوٹے

بڑے شاعر نے اپنے اپنے طور پر کوششیں کی ہیں یہ اور بات ہے کہ عربی اور فارسی زبان کے بنسبت اردو زبان میں نعتیہ شاعری کا سرمایہ کم ہے۔

فارسی زبان کا ایک مشہور عالم شاعر عرفی فرماتا ہے ؎

عرفی مشتاب این رہ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را
ہشدار کہ نتواں بہ یک آہنگ سرودن
نعت شہ کونین و مدیح کئے و جم را

(اے عرفی خبردار! یہاں دوڑ کر مت چل یہ صحرا نہیں نعت پاک کا راستہ ہے۔ (اہل دنیا کی مدح صحرا نوردی نہیں ہے) سنبھل کر چل کیوں کہ قدم کا راستہ تلوار کی دھار پر ہے اور ہوش رکھ کیوں ایک ہی لب و لہجہ میں کونین کے بادشاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور کئے و جم کی تعریف کو نہیں گا سکتے۔ کیوں کہ ادب اور احتیاط ہر حال میں لازم ہے۔)

قدسی کا یہ دو شعر ملاحظہ فرمائیے۔ جو ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی کا پتہ دیتا ہے ؎

بیش از ہمہ شاہان غیور آمدہ ای
ہر چند کہ آخر بہ ظہور آمدہ ای
اے ختم رسول قرب تو معلوم شد
دیر آمدہ ای زراہ دور آمدہ ای

(آپ تمام غیرت مند شاہوں سے (انبیاء کرام) پہلے وجود میں آئے اگرچہ ظہور کے اعتبار سے آپ سب سے آخر میں تشریف لائے۔ اے ختم انبیاء اللہ تعالے سے آپ کی نزدیکی مجھے معلوم ہو گئی آپ دور کے راستے سے آئے ہیں۔)

عربی شعرا کے بعد فارسی کے شعرا نے عشق رسول کا گلدستہ سجایا۔

اور اردو زبان نے جو اتنی شاداب اور زرخیز ہے کہ زمانے اور حالات کے تاثرات کو بڑی خوبصورتی سے جذب کر کے نکھارتی ہے۔ سو اپنے یہاں بھی نعتیہ شاعری کو ایک مقبول صنف بنا دیا۔ جہاں نعت گو شعراء کے جذبات و عقیدت کے رنگا رنگ اور معطر پھول مہکنے لگے۔

اردو زبان و ادب کو سنوارنے میں صوفیائے اسلام اور بزرگان دین کا خاص ہاتھ رہا ہے۔ اسی کا اعتراف مولوی عبدالحق نے اپنی تصنیف "اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام" میں کیا ہے۔

"یہ بزرگ اگرچہ اس زبان کے بڑے شاعر اور ادیب نہ تھے یا کم از کم ان کا مقصد اس زبان کی ترقی نہ تھی نہ اس کا انھیں کچھ خیال تھا۔ ان کی عنایت ہدایت تھی لیکن اس ضمن میں خود بخود اس زبان کو فروغ ہوتا گیا اور عہد بہ عہد نئے نئے اصلاحیں ہوتی گئیں۔ اور ان کی مثال نے دوسروں کی ہمت بڑھائی جس سے اسکے ادب میں نئی شان پیدا ہو گئی۔"

مولوی صاحب کے قول میں پوری صداقت ہو یا نہ ہو مگر حقیقت کا ضرور آئینہ دار ہے۔ مثلاً آج سے تقریباً ساڑھے چھ سو سال قبل یعنی جس وقت اردو گھٹنوں کے بل چلنا سیکھ رہی تھی حضرت قطب عالم نبیرہ سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور بہاء الدین باجن کی نعتوں کو معرعہ ملتا ہے ؎

محمد پر میں کھڑیا سائیں پریم چکھائے

حضرت شیخ بہاء الدین باجن (متولد ۷۹۰ھ) فرماتے ہیں ؎

محمد سرور پریم کا رحمت اللہ بھر دیا
باجن جیوڑ اور کر سر آگیں دھر دیا

اسی طرح ایک اور صوفی شاعر حضرت خوب محمد چشتی ۹۴۶ھ کا دوہا سنئے ؎

حمد خدا کی خوب کر صلوٰۃ رسول
بجیں صفت شعر کی کہے تو ہوئے قبول

آپ نے "امواج فوجی" میں کامیاب حمد اور نعتیں کہی ہیں ؎

بسم اللہ کہو حیث ذات
جس رحمان رحیم صفات
ذات صفات اسما افعال
جمع منزل چند اک ذات
نا لوں محمد نس کو دیت
اس تفصیل کو عالم کیٹ
اوسی روح ارواح تمام
اسی جوس کے سب اجسام
جوہر عرض سو ذرہ جان
تلتل پھر عرض من آن

عہد التمش کے ایک شاعر حضرت شہاب الدین مہرہ بدایونی کے یہ چند اشعار ملاحظہ فرمایئے ؎

شہہ تخت کن محمد کہ سرادق شرف زد
لسوئے در مہین زسرائے امہانی
بشرے ملک لطافت فلکی زمین تواضع
چوں فلک بہ پاک جسمے چوں ملک بہ پاک جانی
شکریں زماں رسولے کہ بود نجات امت
بہ عقیدۂ زبانش زعقیلۂ زبانی

اردو ادب کا ابتدائی قیام دکن میں ہوا اس وقت لوگ اردو کو بھاکھا اور ریختہ کے نام سے جانتے تھے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہی ریختہ امیر خسرو کے یہاں ہندوی کے نام سے موسوم تھی۔ مثنوی سحرالبیان کے مصنف میر حسن اپنے دیباچہ کے آغاز میں لکھتے ہیں۔

"جاننا چاہیئے کہ ریختہ پہلے زبان دکنی تھا"

میر نے بھی دکنی والوں کو ہی ریختہ کا میزبان قرار دیا۔

مصرع
معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا

تو میں سب سے پہلے دلستان دکن سے ہی اپنے اس مضمون کی ابتدا کرتا ہوں۔ دکن میں اردو شاعری کے نقوش عہدہ بہمنی سے ہی ملتے ہیں۔ واضح ہو کر سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے آخری بزرگ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا شمار اس عہد کے طبقہ اول کے شعراء میں ہوتا ہے۔

اور دکن کا مشہور شاعر فیروز بھی اسی عہد کا شاعر تھا۔ اس کی استادی کا ثبوت مثنوی قطب مشتری اور پھول بن میں ملتا ہے جو دکنی مثنویوں کی سرتاج مثنویاں ہیں۔ مثنوی قطب مشتری کا خالق ملا وجہی فیروز کو اس طرح یاد کرتا ہے ؎

کہ فیروز محمود اچھتے جو آج
تو اس شعر کوں بہت ہوتا رواج
کہ نادر تھے دونوں وو اس کام میں
رگیا میں کنے بول اچھے نام میں

اسی طرح ابن نشاطی "پھول بن" میں اس کا نام احترام کے ساتھ لیتا ہے ؎

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد
جو دیتے شاعری کا کچھ میرے داد
رہے صد حیف جو نیں سید محمود
کتنے پانی کوں پانی دود کوں دود

میرا اس تمہید سے مقصد فقط اتنا ہے کہ عہد بہمنی میں عہد قطب شاہی کے شعراء سے کم رتبہ کے شاعر نہیں تھے۔ اس عہد میں زیادہ تر صوفی شاعر گذرے ہیں جنہوں نے بہترین منقبت، نعت اور مراثی شہدائے کربلا رقم کئے ہیں۔ گیسو دراز محمد حسینی، شاہ میراں جی، جانم کے نام ثبوت کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔

اورنگ زیب نے سترہویں صدی عیسوی کے وسط پر دکن پر حملہ کر کے جب اسے اپنی حکومت میں شامل کر لیا تو دکن کے کچھ شعراء ہندوستان کے مرکز دلی چلے آئے ہجرت کرنے والے شعراء میں ولی اورنگ آبادی کا نام قابل ذکر ہے۔ ولی اورنگ آبادی کی ہجرت شمالی ہند میں اردو شاعری کا موجب بنی۔ ولی کے یہاں نعت گوئی کے عمدہ نقوش پائے جاتے ہیں ؎

آرزوئے چشمۂ کوثر نہیں
تشنہ لب ہوں شربت دیدار کا

کیا کہے تعریف دل ہے بے نظیر
حرف حرف اس کا مخزن اسرار کا

شمالی ہند کے قدیم شعراء میں مبارک شاہ آرزو، شرف الدین مضمون، شاکر ناناجی، محمد احسن شاہ حاتم، سراج الدین آرزو اور رنگین کے یہاں بھی نعت گوئی کے اچھے نقوش ملتے ہیں۔ طبقہ دوم کے شعراء میں مرزا مظہر جان جاناں کے نام قابل قدر ہیں بعد کے شعراء میں میر تقی میر، مرزا محمد سودا اور خواجہ میر درد کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

خواجہ میر درد نے بالخصوص نعتیں کہی ہیں۔ ان کے بعد میر انشاء اور مصحفی کا زمانہ آتا ہے اس دور میں میر حسن اور نسیم نے نعتیہ اشعار کہے ہیں ؎

نبی کون یعنی رسول کریم
نبوت کے دریا کا در یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں امی لقب
یہ علم لدنی کھلا دل پہ سب
کیا حق نے نبیوں کا سردار اسے
بنایا نبوت کا حقدار اسے
نبوت جو کی حق نے اس پر تمام
لکھا اشرف الناس خیر الا نام

..................میر حسن۔

ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری
ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زباں سے یکسر
حمد حق و مدحت پیغمبر

..............پنڈت دیا شنکر نسیم....

اک نگاہ لطف کن براشرف از بہر خدا
کمتریں درامت انت یا محمد مصطفےٰ

..............بسم اللہ شاہ....

ہے بجائے محمد حمد شہ محب اللہ کا
نعت ہے لائق جسے نعت رسول اللہ کا

..............صادق علی شاہ....

امام بخش ناسخ، بسم اللہ شاہ، صادق علی شاہ، میر انیس و دبیر کے بعد ذوق، غالب اور مومن کا عہد آتا ہے۔ یہ عہد نعتیہ شاعری کا زریں عہد کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس دور میں مغل کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کی طرف سے نعتیہ شاعروں کا اہتمام ہونے لگا تھا۔ شاہ ظفر کا یہ نعتیہ شعر بہت مشہور ہے ؎

نور تھا خیر البشر کا گو تھا ظاہر میں بشر
حق اگر پوچھو بشر ہی تھا بشر سے پیشتر

غالب نے فارسی زبان میں ایک نعت کہی ہے جس کا مقطع ہے ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ داں محمد است

تیرہویں صدی ہجری کے تقریباً آخر میں مشرقی منیری اور ان کے ارشد تلامذہ نے اپنی قابل قدر نعتوں سے اردو کو بھرنے کی کامیاب کوششیں کی ہیں۔ مشرقی منیری بابا فریدالدین گنج شکر کے اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا تذکرہ رام دہلوی کے تذکرہ خمخانۂ جاوید جلد دوم ۲۸۵/۲۸۶ اور تذکرہ نساخ میں موجود ہے۔ ابتدا میں آپ صافی تخلص کیا کرتے تھے ؎

وہی محبوب ہے اپنا جو خدا کا محبوب
کہیں آئے نہ تجھے رشک خدا کا دل میں
مثل موسیٰ غش ملک میں مرحبا صلی اعلیٰ
اس نہال حسن کو نور مجسم دیکھ کر

آپ مشہور شاعر قدسی کی زمین "گرچہ گوئید بقہائے تو مکی مدنی" پر نعت کہی ہے یہ چند اشعار دیکھئے ؎

انبیاء ورسل وخیل ملائک تا عرش
حشمتش گشتہ بصد فخر سلوک ادبی

انجم و شمس و قمر کو کبۂ مشعل دار
گشتہ پیش دلیس اوست بوجد طربی
اے شہ یثرب والے سید بطحا و حجاز
اے صفاتت ہمہ چوں ذات بہ فرخ نسبی

حضرت مشرقی منیری کے ارشد تلامذہ میں شطار منیری متولد ۱۳۱۱ھ اور اختر منیری کے نعتیہ افکار مشہور ہیں ؎

شمس و قمر میں نور اگر ہے تو یار کا
یوسف میں حسن یار تھا سر سے پاؤں تک
شجر میں پرتو اسی کا ہر سو قمر میں جلوہ اسی کا ظاہر
تمام آب و ہوا میں ہر جا اسی کا جلوہ جھلک رہا ہے
...... شطار منیری .....

تاب فراق درد دل اختر بحال نیست
امید وصل داشت دلبرانہ رسول
.... اختر منیری ....

امام احمد رضا، آسی غازیپوری، ریاض خیرآبادی اور محسن کاکوری نعتیہ افکار اردو نعتیہ شاعری میں کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے حسان بن ثابت، کعب بن زبیر اور بوصیری۔

فارسی میں جامی، قدسی، عرفی، سعدی کا جو مقام ہے اگر اس سے بلند نہیں تو کم از کم وہی مقام اردو نعتیہ شاعری میں احمد رضا، محسن کاکوری اور آسی غازی پوری رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔ نمونے کے طور پر یہ چند اشعار ملاحظہ کیجیے ؎

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول بدن پھول
جا جیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
.... امام احمد رضا ....

ادبائے نظر ہوش میں آ کوئے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا تو یہاں بے ادبی ہے

پہنچا ہے عرش پر تن خاکیٔ مصطفےٰ
کس شان سے زمین گئی آسمان پر
.... آسی غازیپوری .....

گل خوش رنگ رسول مدنی و عربی
زیب دامان ازل طرۂ دستار ازل
نہ کوئی اس کا مشابہ نہ ہمسر نہ نظیر
نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل
ہے تمنا رہے لغت سے تیری خالی
نہ مرا شعر نہ قصہ نہ قصیدہ نہ غزل
.... محسن کاکوری ......

امیر مینائی، شیفتہ، ضامن علی جلال اور حالی نے بھی نعتیہ اشعار رقم کئے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ اشعار دیکھئے ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا والی
غلاموں کا مولا یتیموں کا والی
.... حالی ....

بالائے آسماں کہ سر آسماں نہ تھا
احمد کے حسن پاک کا جلوہ کہاں نہ تھا
.... امیر مینائی .....

امیر مینائی کے ہمعصر داغ دہلوی نے بھی بڑی پیاری پیاری نعتیں رقم کی ہیں۔ داغ کے ارشد تلامذہ میں اقبال اور جگر مرادآبادی کافی مشہور ہیں ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
.... اقبال ....

ہم کو تو جگر کام نہیں اور کسی سے
کافی ہے بس اک نسبت سلطان مدینہ
.... جگر مرادآبادی ....

وحید الٰہ آبادی اپنے وقت کے مشہور شاعر گذرے ہیں۔ آپ کے ارشد تلامذہ میں اکبر الٰہ آبادی، شاہ اکبر داناپوری اور بے نظیر شاہ کافی مشہور ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی کے ماسوا دونوں شعرا نے نعت اور قصیدے کو عروج دیا ہے

رہے آں شاہد مطلق بملبوس سلیمانی
محمد مرسل برحق امید بزم امکانی
خدارا مصطفےٰ داند کسے وصفش چہا داند
خدارا خود خدا داند نہ دہن انس وجانی

.... بے نظیر شاہ ......

مصحف ناطق رخ پر نور ہے اس مہ پارہ کا
آبروئے سلطان دین طغریٰ ہے بسم اللہ کا
کہکشاں سے ہے ملا رستہ مدینے کا جزو
یہ نشاں ہے قدسیوں کے قافلے کی راہ کا
تھا مدینہ سامنے آنکھوں کے ہنگام طواف
میں نے کعبہ میں بھی دیکھا گھر رسول اللہ کا
تینوں قبریں روضۂ اقدس میں ہیں اس شان سے
خط کوفی میں لکھا ہو نام جیسے اللہ کا

.... شاہ اکبر داناپوری ....

اصغر گونڈوی، حسرت موہانی، حفیظ جالندھری، محمد علی جوہر، اور شکیل بدایونی نے بھی نعتیہ اشعار کہے ہیں

شکیل عین عبادت اسی کو کہتے ہیں
خدا کی یاد ہو دل میں زباں پہ نام رسول اللہ کا

ان کے علاوہ دور جدید کے درج ذیل کچھ شعرا اپنی نعتیہ شاعری کی وجہ سے کافی مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ مولانا شفیع کمالی بسمل بلوا پوری، اجمل سلطان پوری، راز الٰہ آبادی، انتسا القادری ترنم نیشنی، ادیب مکن پوری، حق کانپوری، انجم کمالی، مولانا راہی ضیائی، اور اختر غازی پوری وغیرہ وغیرہ۔

مرسلہ قمر الہدیٰ خان فریدی

پسندیدہ اشعار

(دیوان غالب سے)

ان آبلوں سے پانوں کے، گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پر خار دیکھ کر
شوریدگی کے ہاتھ سے، ہے سر وبال دوش
صحرا میں، اے خدا! کوئی دیوار بھی نہیں
چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے
رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا، تو پھر لہو کیا ہے
خون ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہیں اے مرگ
رہنے دے مجھے یاں، کہ ابھی کام بہت ہے
ہے کہاں، تمنا کا دوسرا قدم؟ یارب!
ہم نے دشت امکاں کو، ایک نقش پا پایا
ہوس گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا، بے پر و بالی نے مجھے
دام ہر موج میں ہے، حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھو کیا گزرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک
نقصاں نہیں جنوں میں، بلا سے ہو گھر خراب
سو گز زمین کے بدلے بیاباں گراں نہیں

مولانا شفیق احمد شریفی گونڈوی
دار العلوم غریب نواز الہ آباد

سوال ۱:- ماہ محرم میں مجلس شہادت کا منعقد کرنا نظم و نثر میں جائز ہے یا نہیں۔؟

سوال ۲:- امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام سبیل لگانا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب

اہل سنت والجماعت کے نزدیک مجلس شہادت کا انعقاد کرنا جس میں سرکار امام عالی مقام سیدنا امام حسین و اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا ذکر بروایت صحیحہ معتبرہ ہو اور ممنوعات شرعیہ ماتم و نوحہ وغیرہ نہ ہو ایسی مجلس فی نفسہ مستحسن اور سعادت ہے اب یہ خواہ نظم میں ہو خواہ نثر میں حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ اور امام حسین تو صالحین کے پیشوا ہیں۔ ان کے ذکر سے تو کثیر رحمتیں نازل ہونگی۔ چنانچہ قرآن عظیم میں بھی صالحین کا ذکر بکثرت موجود ہے۔ دین کے دشمنوں کے ساتھ ان کے مقابلوں اور جنگوں کا بھی بیان ہے۔ ان کی حمایت اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے جان دینے کے چند جگہ تذکرے بھی ہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ عزیزیہ میں تحریر فرمایا

در تمام سال دو مجلس در خانہ فقیر منعقد می شوند مجلس ذکر وفات شریف و مجلس شہادت حسنین اول محرم اور عاشورہ یا یک دو روز پیش ازیں قریب چہار صد کس بلکہ ہزار فراہم می آیند الخ شاہ صاحب فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۰۴ تا ۱۰۵ میں ذکر شہادت کی محفل کو جائز بھی بتایا ہے۔ اور اپنا معمول بھی اب اگر مخالفین میں ہمت ہے تو شاہ صاحب پر فتویٰ جڑیں کہ شاہ صاحب بدعتی ہیں، مرتکب حرام ہیں، ناجائز کام کرنے والے ہیں۔ واللہ اعلم۔

جواب ۲ الجواب

سبیل لگانے سے مراد پانی اور شربت پلانا ہے اور پانی کا پلانا کار ثواب ہے۔ اور بہترین صدقہ ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و نسائی شریف میں حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد مشکوٰۃ ص ۱۶۱

لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امامین کریمین کے ایصال ثواب کے لئے پانی پلانا سبیلیں کرنا نہ فقط جائز بلکہ حدیث سے ثابت اور کار ثواب ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ: شفیق احمد شریفی گونڈوی۔ دار العلوم غریب نواز الہ آباد

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیر ہیں اور اپنے آپ کو سنت والجماعت کہتے ہیں۔ اور تعزیہ بھی اٹھاتے ہیں اور جب عورتوں کو مرید کرتے ہیں تو مصافحہ کرتے ہیں چاہے بوڑھی ہوں چاہے نوجوان نئے مرید ہونے کے لئے آتے ہیں اس سے بھی اور جو مرید ہو چکی ہے اس سے بھی اور پیر صاحب کی عمر پچاس سال کے قریب ہے۔ قرآن وحدیث کی روسے جواب واضح فرمائیں۔

جواب ۱ محرم منانا یعنی سید نا شہیدین کربلا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالے عنہما کے نام فاتحہ و ایصال ثواب کرنا جائز اور درست ہے لان لا تحریم له فی الشرع ومن ادعی فعلیه البیان واللہ اعلم۔

۲ ۔ تعزیہ داری سے آپ کی کیا مراد ہے۔ نفس تعزیہ داری کہ حضور سید نا شہیدین معظمین کے مزار پاک کا نقشہ محرم کے موقع پر بنوایا اور اس کی بے ادبی نہ کرنا، یہ بلا شبہ جائز اور درست تعزیہ اٹھانے کا مطلب واضح کیجئے۔

۳ ۔ اگر پیر صاحب سنی صحیح العقیدہ ہیں تو بوڑھی عورتوں سے اور نوجوان سے مصافحہ کرنا فسق اور گناہ ہے پیر صاحب کو ویسی حرکت سے تائب ہونا چاہئے۔ اور اگر سنی عقیدہ کا نہیں تو ایسا کرنا مکر و فریب اور دجل ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور ایک طرح کے پھول بھی سامنے رکھ کر فاتحہ دیا جائز ہے یا ناجائز۔ قرآن وحدیث کے روسے جواب واضح فرمائیں۔

الجواب

جواب ۔ پھولوں میں دو خوبی ہے بہت ہی نکھر ہوتی ہیں۔ خوشبودار اور ہراپن اور خوشبودار تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب اور پسندیدہ چیز تھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حبب الی من دنیاکم النساء والطیب وجعل قرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور پھولوں کے ہراپن سے تسبیح باری تعالے ہوتی ہے قرآن پاک میں ہے۔ وان من شئ الا یسبح بحمدہ۔ یعنی ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھا کرتی ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبر کے پاس سے گذرتے دیکھا دونوں صاحبان کے قبر پر عذاب ہو رہا ہے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک ٹہنی چیر کر دونوں قبروں پر رکھ دی اور فرمایا کہ جب تک یہ دونوں ٹکڑے خشک نہ ہوں گے تو ان کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

لہٰذا قرآن و حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشبو اور ہراپن دونوں مبارک چیزیں ہیں۔ لہٰذا ان مبارک دونوں چیزوں کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا باعث خیر و برکت اور زیادتی ثواب کی امید یقینی ہے۔ انشاء المولیٰ تعالے جواز کے لئے اتنی ہی دلیل کافی ہے اور نیز اصل الاصول اور مسلم و مشہور اصل فقہ کا ضابطہ اور قاعدہ ہے۔ درمختار، ردالمحتار، المنتقی المبہم، توضیح تلویح۔ مسلم الثبوت میں ہے۔ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ، یعنی ہر چیز میں اصل اباحت ہے۔ منع کو دلیل شرعی کی ضرورت ہے۔ مخالف پر لازم کے سامنے پھول وغیرہ رکھ کر فاتحہ پڑھنے کی منع پر دلیل شرعی قرآن وحدیث سے بیان کرے۔ ہاتو برہانکم ان کنتم صادقین۔ قیامت تک اسے کے منع پر دلیل شرعی نہیں لا سکتے۔ واللہ اعلم۔ ۱

(باقی صفحہ ۴۷ پر)

از: شاکر اصغر رضوی
- اندھیری بمبئی -

انصاف کا تقاضا

کیا بات ہے رفیق بھائی ۔ آج آپ کے چہرے سے غم و غصہ کے آثار نمودار ہو رہے ہیں ۔ لگتا ہے قہر و غضب کی منزلوں سے گذر رہے ہیں آپ ؟

مت پوچھو بھائی عتیق ـــــ ! عرصہ سے علمائے اہلسنت والجماعت کی شکائتیں اپنے دوست و احباب کی زبانی سنا کرتا تھا لیکن شنیدہ کے بود مانند دیدہ، کے بقول در گزر کر دیتا تھا ۔

آخر سنائیں بھی تو سہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ کون سا دکھ درد پہنچا ہے ۔ آپ کو ان سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟

بھائی ضد کر رہے ہو تو سنو اور ہو سکے تو سمجھا دو ـــــ بات دراصل یہ ہے کہ لوگوں نے بارہا مجھ سے کہا کہ مولانا مشتاق احمد نظامی ، مولانا منظر قدیری ، مولانا اختر رضا خاں ازہری اور مولانا منصور علی خاں رضوی وغیرہ وغیرہ علمائے اہلسنت والجماعت اپنے اپنے وعظ و تقریر میں وہابی ، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے رد میں اتر آئے ہیں اور انھیں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں انھیں دل کھول کے برا کہتے ہیں ۔

میں نے خود ہر ایک کے پروگرام میں شرکت کی تو معلوم ہوا کہ واقعی یہی بات ہے ۔ میرے ذہن میں ایک خلش و کرید پیدا ہو گئی اور حاشئہ دماغ میں ایک اعتراض آ گیا کہ آخر انھیں کوئی اور موضوع کیوں نہیں ملتا ۔ کیا انھیں نماز روزہ کا موضوع نہیں ملتا ، کیا انھیں حج و زکوۃ کا موضوع نہیں ملتا کیا انھیں قرآن و اسلام کا موضوع نہیں ملتا ۔ کیا انھیں عبادت و ریاضت کا موضوع نہیں ملتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ اور حد تو یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی موضوع انھیں مل بھی جائے تو بھی گھوم پھر کے وہابی ، دیوبندی ہی کے رد میں آتے ہیں ۔

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آخر آپ کو پریشانی کیا ہے ۔ ؟ ذرا اور وضاحت فرمایئے ـــــ عتیق ۔

ارے کیسے نا سمجھ ہو یار ـــــ ! میں کہہ رہا ہوں کہ یہ مولانا نظامی اور مولانا منظر قدیری وغیرہ دیوبندیوں کی اتنی برائی کیوں کرتے ہیں اور خاص کر اس پاکیزہ تبلیغی جماعت ـــــ

ـــــ دت تیری یار ـــــ

یہ کیا پاکیزہ واکیزہ بول رہے ہیں ۔ ؟ گندی تبلیغی جماعت بولئے ۔ یہ نام اپنی طرف سے کیوں بگاڑ رہے ہو عتیق ـــــ ؟ تو آپ بھی اس کا نام پاکیزہ تبلیغی جماعت اپنی طرف سے کیوں بنا رہے ہیں ـــــ ؟ اس کا نام پاکیزہ تبلیغی تو نہیں البتہ تبلیغی جماعت ہے ۔

اچھا اچھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خیر ـــــ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اس جماعت کا ہر فرد ایک دوسرے کو مسئلہ و مسائل بتاتے رہتا ہے ۔ صوم و صلوٰۃ کا پابند بناتا ہے ۔ شریعت پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے ۔ برائیوں سے بچنے کی تاکید کرتا ہے ۔ غرض کہ

از: شاکر اصغر رضوی
- اندھیری بمبئی -

انصاف کا تقاضا

کیا بات ہے رفیق بھائی۔ آج آپ کے چہرے سے غم و
غصہ کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔ لگتا ہے قہر و غضب کی منزلوں
سے گذر رہے ہیں آپ ؟

مت پوچھو بھائی عتیق ——! عرصہ سے علمائے
اہلسنت والجماعت کی شکائتیں اپنے دوست واحباب کی زبانی
سنا کرتا تھا لیکن شنیدہ کئے بود مانند دیدہ، کے بقول در گزر
کر دیتا تھا۔

آخر سنائیں بھی تو سہی...... وہ کون سا دکھ درد
پہنچا ہے۔ آپ کو ان سے......؟

بھائی ضد کر رہے ہو تو سنو اور ہو سکے تو سمجھا دو ——
بات دراصل یہ ہے کہ لوگوں نے بارہا مجھ سے کہا کہ مولانا مشتاق
احمد نظامی، مولانا منظر قدیری، مولانا اختر رضا خاں ازہری اور
مولانا منصور علی خاں رضوی وغیرہ وغیرہ علمائے اہلسنت والجماعت
اپنے اپنے وعظ و تقریر میں وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت
کے رد میں اتر آئے ہیں اور انھیں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں
انھیں دل کھول کے برا کہتے ہیں۔

میں نے خود ہر ایک کے پروگرام میں شرکت کی تو معلوم
ہوا کہ واقعی یہی بات ہے۔ میرے ذہن میں ایک خلش و کرید
پیدا ہو گئی اور حاشیۂ دماغ میں ایک اعتراض آگیا کہ آخر
انھیں کوئی اور موضوع کیوں نہیں ملتا۔ کیا انھیں نماز روزہ
کا موضوع نہیں ملتا، کیا انھیں حج و زکوٰۃ کا موضوع نہیں ملتا
کیا انھیں قرآن و اسلام کا موضوع نہیں ملتا۔ کیا انھیں عبادت
و ریاضت کا موضوع نہیں ملتا......؟ اور حد تو یہ ہے
کہ اگر ان میں سے کوئی موضوع انھیں مل بھی جائے تو بھی گھوم
پھر کے وہابی، دیوبندی ہی کے رد میں آتے ہیں۔

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آخر آپ کو پریشانی کیا ہے۔؟
ذرا اور وضاحت فرمایئے —— عتیق۔

ارے کیسے ناسمجھ ہو یار ——! میں یہ کہہ رہا ہوں
کہ یہ مولانا نظامی اور مولانا منظر قدیری وغیرہ دیوبندیوں کی اتنی
برائی کیوں کرتے ہیں اور خاص کر اس پاکیزہ تبلیغی جماعت ——

—— دت تیری یار ——
یہ کیا پاکیزہ واکیزہ بول رہے ہیں —؟ گندی تبلیغی جماعت
بولئے۔ یہ نام اپنی طرف سے کیوں بگاڑ رہے ہو عتیق ——؟

تو آپ بھی اس کا نام پاکیزہ تبلیغی جماعت اپنی طرف سے کیوں
بنا رہے ہیں ——؟ اس کا نام پاکیزہ تبلیغی تو نہیں البتہ
تبلیغی جماعت ہے۔

اچھا اچھا...... خیر —— تو میں یہ کہہ رہا تھا
کہ اس جماعت کا ہر فرد ایک دوسرے کو مسئلہ و مسائل بتاتے
رہتا ہے۔ صوم و صلوٰۃ کا پابند بناتا ہے۔ شریعت پر چلنے کی
ترغیب دیتا ہے۔ برائیوں سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔ غرضکہ

ہر نیک کام کرتا اور کراتا ہے۔ ہر برائیوں سے بچنے کی تاکید کرتا ہے مگر اس کے باوجود علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ مسلمان نہیں ——

اب میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ منطق کا کون سا قاعدہ فٹ کیا جائے اگر کہوں کہ "ہر مومن مصلی ہے" تو مشاہدات مخالف ۔ اگر کہوں کہ "ہر مصلی مومن ہے" تو علما بدظن ۔ اگر کہوں کہ بعض مصلی مومن اور بعض مومن مصلی تو اس کا تعین کرنے کون بیٹھے ۔؟

تھوڑی سی منطق پڑھ کر دماغ خراب مت کیجئے ۔ اور ایمان کی روشنی میں چند باتیں سمجھنے کی کوشش کیجئے ۔ کہ جو نمازی رسول کائنات کے بحر عشق میں ڈوبا رہے اور یاد رسول کے ساتھ نمازیں ادا کرے تو وہ بے شک وارد یقیناً مومن ہے ۔ اور جس کے خلاف یوں بکتے پھریں کہ نماز میں یاد رسول لانا کفر و شرک ہے ۔ تو وہ ہرگز ہرگز مومن نہیں اور یہی عقیدہ ان دیوبندی اور تبلیغی جماعت والوں کا ہے ۔ اس لئے وہ مومن نہیں ۔

معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ ۔ عتیق ——!

میں نہیں جانتا تھا ۔ اگر صحیح معنی میں ان کا یہی عقیدہ ہے تو انھیں انھیں کے عقیدے پر چھوڑ دینا چاہیئے ۔ کیا ضرورت ہے کہ علمائے اہلسنت ان کی مذمت یا پھر مرمت کرتے پھریں تم ہی بتاؤ یہ کوئی انصاف ہے ۔ ؟

بہت انصاف والے معلوم ہو رہے آپ رفیق ——!

آج آپ نے مجھے بہت ہی پریشان کیا ہے اس لئے میں بھی آج آپ کو یہیں چھوڑ دوں گا ۔ اور گھسیٹ کر ایسی بارگاہ میں پہنچا دوں گا ۔ جہاں آپ کے اس مرض کا اچھی طرح علاج ہو سکے ۔

مگر یاد رکھئے —— یہ دربار اس ہستی کا دربار ہے جن کے بارے میں خالق کائنات نے فرمایا ۔

یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین ۔

جن کے حق میں سرور کائنات نے فرمایا ۔

لوکان من بعدی نبیا لکان عمر ۔

جن کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ۔

ماطلعت الشمس علی رجل خیر من عمر ۔

جن کے لئے حضرت علی نے فرمایا ۔

ماکنا نبعد ان السکینہ منطق علی لسان عمر اور یہ دربار وہ ہے عتیق کہ آج تک جس پر عدالت کو بڑا فخر اور ناز حاصل ہے ۔ اور قیامت تک رہے گا ۔

ابے او کم نظر ——: سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد آج تو مجھ سے پوچھنے آیا ہے کہ مشتاق نظامی اور منظر قدیری جیسے ناہین مصطفیٰ (علیہ الصلوۃ والسلام) دشمنان دین اعدائے رسول کو برا کہتے ہیں کیا میں نے تمہارے انصاف کا کوئی نمونہ نہیں چھوڑا ——؟

ارے یہ بیچارے غلامان مصطفیٰ (علیہ الصلوۃ والسلام) تو حوادثات زمانہ سے مجبور ہو کر ان وہابیوں کے رد میں صرف زبان و قلم چلاتے ہیں جنھوں نے میرے کملی والے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں سخت گستاخیاں کی ہیں اور تقویت الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ جیسی ناپاک کتابیں لکھ لکھ کر رسول پاک کی اہانتیں کی ہیں ۔ لیکن عمر ابن خطاب نے تو اس صحابی کے رد میں ننگی تلوار چلا دی ہے جس نے انیس بکیساں کے صرف انصاف کا رد کیا تھا ۔ نہ اس نے کوئی کتاب لکھی تھی اور نہ ہی کوئی بدکلامی ۔

عمر اپنے آقا کے انصاف ماننے والے سر کو ایک یہودی کے جسم پر تو خود دیکھنا گوارہ کر سکتا ہے مگر انصاف نہ ماننے والے سر کو کسی صحابی کے جسم پر بھی دیکھ نہیں سکتا ۔

انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ سر جسم سے صاف کر دیا جائے ——

مولانا سید محمود احمد صاحب رضوی
ایڈیٹر "رضوان" لاہور

فتنوں کی اندھیاریوں میں سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم وہ روشن چراغ تھے جو آخری وقت تک یکساں نور افشاں رہے۔ تاریکیاں سمٹ سمٹ کر ان پر حملہ کرتیں مگر ناکام رہتیں، ظلمت پسند بڑھ بڑھ کر ان پھونکیں مارتے لیکن چراغ مرتضوی کی لو میں تھرتھراہٹ بھی نہیں پیدا ہوتی۔ وہ زندگی کی آخری منزل تک اللہ کے دین اور اس کے رسول خاتم کی سنت پر مستقیم رہے اور ان کے پائے استقامت میں کبھی لغزش نہ آئی ــــــــ ان کی ذات کو اللہ عزوجل نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آزمائش گاہ بنایا۔ ایک گروہ نے ان سے اتنی نفرت کی کہ کافر ٹھہرا دیا۔ اور دوسرے گروہ نے اتنی محبت کی کہ خدا ٹھہرا دیا۔ یہ دونوں ہی گروہ حق سے دور اور دونوں ہی دل کے حب دنیا سے معمور تھے۔

"علی مرتضیٰ کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشن گوئی یاد تھی۔ فیلٹ مثل من عیسیٰ۔

تم میں عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مشابہت ہے۔ یہود نے ان سے نفرت کی حتیٰ کہ ان کی ماں پر بہتان باندھا نصاریٰ نے محبت میں ان کو وہ مرتبہ دیا جو ان کا نہ تھا۔

"سیدنا علی مرتضیٰ نے فرمایا۔ میری ذات میں دو طرح کے لوگ تباہ ہوں گے۔ ایک وہ جو میری محبت میں افراط سے کام لے کر مجھے وہ مرتبہ عطا کرے گا جو مجھے حاصل نہیں اور دوسرا وہ جسے میری عداوت مجھ پر بہتان باندھنے پر آمادہ کرے گی۔" (احمد بن حنبل)

اس حدیث کے مصداق بلاشبہ روافض و خوارج ہی ہیں۔ اوّل الذکر نے محبت اہل بیت کو اور ثانی الذکر نے ان الحکم الاللہ کو آڑ بنایا۔ پھر دونوں نے اس آڑ میں وہ کارنامے انجام دیئے کہ دین و تقویٰ، ایمان و اخلاص درد و کرب سے چیخ اٹھے۔

روافض نے علی مرتضیٰ کو معصوم قرار دے کر منصب نبوت پر بٹھایا اور اپنی خانہ ساز محبت کے نشہ سے مخمور ہو کر ان کے ممدوحوں کو اسلام سے خارج کر دیا۔ حتیٰ کہ ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام تک میں اصول کفر پائے جانے کا دعویٰ کر دیا اور خوارج نے دیگر صحابہ کے ساتھ بغض علی کو اپنا شعار بنایا اور اسے اس درجہ بڑھایا کہ ان کے نزدیک تکفیر علی علامت ایمان اور تحسین علی علامت کفر قرار پائی۔ حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضور سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ بات بھی یاد تھی کہ۔

"مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانے اگائے
اور جاندار مخلوق پیدا کی کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجھ سے فرمایا۔"

لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق۔ مومن مجھ سے محبت کرے گا اور منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

بغض کی انتہا یہ ہے کی سیدنا علی مرتضیٰ کے نور العین حسین علیہ السلام کو جام شہادت نوش فرمائے۔ صدیاں گزر گئیں مگر یہ خروج کے اکلوتے فرزند آج بھی امام عالی مقام کو دنیا پرست اور جاہ پرست قرار دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکالے جا رہے ہیں۔

خوارج کی ابتداء

خوارج کا ظہور اگرچہ جنگ صفین میں ہوا اس لئے مورخین ان کی ابتداء وہیں سے کرتے ہیں مگر حقیقت میں ان کی بنیاد عہد نبوت ہی میں پڑ گئی تھی جب کہ ان کے زعیم اول نے محبت دنیا سے مخمور ہو کر عادلوں کے عادل پر بے انصافی کا الزام لگایا تھا۔

۱:- حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ عبد اللہ ذو الخواجرہ تیمی آیا کہنے لگا، یا رسول اللہ عدل فرمائیے۔ حضور نے فرمایا تیری خرابی ہو۔ میں عدل نہیں کروں گا۔ تو پھر کون کرے گا۔ جناب فاروق اعظم نے عرض کی کہ حضور اجازت دیں اس کی گردن اڑا دوں فرمایا رہنے دو اس کے کچھ ساتھی ایسے ہوں گے کہ تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابل حقیر سمجھو گے۔ یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر نجاست اور خون سے آلودہ ہوئے بغیر نکل جاتا ہے۔ اس جماعت کی علامت ایک ایسا شخص ہے جس کا ایک یا ایک پستان عورت کے پستان کی طرح ہو گا۔ یہ جماعت اس وقت نکلے گی جب لوگ دو جماعتوں میں بٹے ہوں گے۔

ابو سعید خدری نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں میں نے یہ بات حضور سے سنی اور میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی نے جب ان لوگوں کو قتل کیا تو مقتولین میں سے وہ شخص ٹھیک اسی صفت کا نکال کر لایا گیا جس کی نشان دہی سرکار نے فرمائی تھی اور اسی شخص کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی
ومنھم من یلمزک فی الصدقات الایۃ (بخاری)

۲:- حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں غزوہ حنین کے بعد حضور نے اشراف عرب کو عطیات دیئے تو ایک شخص نے کہا، یہ ایسی تقسیم ہے جس میں عدل نہیں کیا گیا حضور کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو چہرۂ اقدس تمتما اٹھا یہاں تک کہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا جب اللہ و رسول ہی عدل نہ کرے تو کون کرے؟ اللہ موسیٰ پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی اور انھوں نے صبر کیا (مسلم)

۳:- جابر ابن عبد اللہ فرماتے ہیں حنین سے واپسی میں بمقام جعرانہ ایک شخص بحضور نبوی آیا۔ بائیں حال کہ بلال کی چادر میں چاندی تھی اور حضور اقدس اس سے لے کر لوگوں کو دے رہے تھے۔ اس شخص نے کہا۔ اے محمد عدل کرو۔ حضور نے فرمایا تیری خرابی ہو۔ اگر میں عدل نہ کروں گا تو پھر کون کرے گا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ حضور اجازت دیں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ فرمایا معاذ اللہ۔ اب لوگ یہ کہیں گے میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں۔ بلاشبہ یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھتے ہیں۔ جو ان کے حنجرے سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے (مسلم)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ خوارج کا زعیم اول جس کی نسل سے یہ گروہ ظہور کرنے والا تھا۔ عہد رسالت میں موجود تھا۔ اب ان کے ظہور کے متعلق دو ایک حدیث ملاحظہ کیجئے۔

۴:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کو یہ فرماتے سنا کہ عنقریب ایک جماعت نکلے گی۔ لیکن ایمان ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا بس

ایسے لوگوں سے تم جہاں ملو انہیں قتل کرو۔ ان کے قاتلوں کے لئے قیامت میں بڑا اجر ہے (بخاری) خلاصہ)

سہل بن حنیف سے پوچھا گیا کہ آپ نے خوارج کے متعلق حضور سے کچھ سنا ہے۔؟

انھوں نے کہا، حضور کو میں نے عراق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سنا، یہاں سے ایک قوم خروج کرے گی وہ اسلام سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے (بخاری خلاصہ)

جنگ صفین میں حضرت معاویہ و حضرت علی کے درمیان جو معاہدہ ہوا اس میں یہ تھا۔ کہ :-

" ہم اللہ کے حکم اور اس کی کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس کے سوا کوئی ہمیں جمع کرنے والا نہیں۔ اللہ کی کتاب ہمارے درمیان فاتحہ سے خاتمہ تک فیصلہ کن ہے۔ جس چیز کو اللہ کی کتاب نے جاری و نافذ کیا اسے ہم جاری و نافذ کریں گے اور جس چیز کو اس نے مٹایا ہم اسے مٹا دیں گے۔ پس حکمین (ابوموسیٰ اشعری و عمر بن العاص) جو بات کتاب اللہ میں پالیں اس پر عمل کریں گے اگر وہاں نہ ملے تو پھر رسول کی سنت عادلہ ان کے فیصلہ و حکم کا مرجع ہوگی (کامل ابن اثیر)

لیکن ابھی اس وثیقہ کی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی تھی کہ خوارج نے اس کا انکار کر دیا۔ اور لا حکم الا اللہ کا نعرہ لگایا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ فریقین کے جھگڑے کو طے کرنے کے لئے انھیں خوارج نے تحکیم کو ماننے اور عراقیوں کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو حکم مقرر کئے جانے پر مجبور کیا تھا اور جب معاملہ طے ہو گیا، جو کتاب و سنت کی رو سے بالکل جائز تھا تو انھیں خوارج نے اپنی حماقت اور شرارت سے لا حکم الا اللہ کا نعرہ لگا کر تحکیم کو کفر قرار دے دیا کہ

" جب حکم اور فیصلہ صرف اللہ کا حق ہے تو پھر عمر بن عاص اور حضرت ابوموسیٰ کا حکم بننا یا بنایا جانا ناجائز ہے"۔

یہ استدلال اتنا نامعقول اور احمقانہ ہے کہ دین کی پوری عمارت زمین سے آلگتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالےٰ براہ راست انسانوں سے مخاطب ہو کر نہ حکم دیتا ہے اور نہ اس کی اتاری ہوئی کتاب وجود نا حق ہے کہ خود تکلم کرے اور اپنا کوئی حکم یا فیصلہ سنائے جب حال یہ ہے تو امر و نہی و قانون و آئین کا یہ دفتر صرف زینت طاق ہی بن سکتا ہے۔

سیدنا علی مرتضیٰ نے ان کے اس استدلال کے لغو اور باطل ہونے کے متعلق انھیں بہت سمجھایا۔ آپ نے فرمایا۔

" ہم نے انسانوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ قرآن کو بنایا ہے اور یہ قرآن لکھی ہوئی کتاب ہے جو خود نہیں بولتی بلکہ اس کا تکلم انسان ہی کرتے ہیں"۔

پھر آپ نے ایک بڑے سائز کا قرآن مجید منگایا۔

فجعل یضربہ بیدہ و یقول ایھا المصحف حدث الناس۔ اور اس پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے مصحف لوگوں سے باتیں کرلے۔

(فتح الباری بحوالہ احمد و طبرانی)

سیدنا علی مرتضیٰ کے ان جملوں اور عملی تشریح نے خوارج کے باطل استدلال کی حقیقت ان پر کھول دی مگر اس کے باوجود صفین سے واپسی پر بارہ ہزار خارجی حروراء میں خیمہ زن ہو گئے اور انھوں نے شبث بن ربعی کو اپنا امیر القتال اور عبداللہ بن الکوا الشکری کو امیر الصلوٰۃ مقرر کر لیا۔ جناب امیر نے اس موقع پر بھی انھیں شرارت سے باز رہنے کی تلقین کی اور ان سے پوچھا، تمہارا لیڈر کون ہے؟

خوارج :- ابن الکوا

علی مرتضیٰ :۔ کس چیز نے تمہیں ہمارے خلاف خروج پر مجبور کیا؟

خوارج :۔ صفین میں تحکیم نے۔

علی مرتضیٰ :۔ تحکیم کا مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت کے مطابق فیصلہ کریں اگر اس کے خلاف جائیں گے تو ہم ان کے حکم اور فیصلے سے بری ہیں۔

خوارج :۔ اچھا یہ بتائیے کہ آپ نے تحکیم کے لئے مدت کیوں مقرر کی فوراً فیصلہ کیوں نہ کرایا۔

علی مرتضیٰ :۔ اس لئے کہ ناواقف علم حاصل کرے اور عالم ثبات و استقلال حاصل کرے اور شاید اس مدت میں اللہ اس امت کی اصلاح فرمادے۔

یہاں باتیں ختم ہوگئیں اور خوارج آپ کے حکم کے مطابق کوفہ میں آگئے۔ لیکن اس کا مقصد کسی بات کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا تو تھا نہیں۔ قرآن ان کے حلقوم سے اترتا تھا نہیں کہ دل اس کی حقیقت کو پاسکے۔ کوفہ میں آکر پھر انھوں نے وہی باتیں دہرانی شروع کر دیں جن کے تشفی بخش جواب دیئے جا چکے تھے ــــــ جب سیدنا علی مرتضیٰ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو مقام تحکیم پر بھیجنا چاہا تو خارجی پھر وہی نعرہ بول اٹھے۔ لاحکم الا للّٰہ۔ ان کے ایک لیڈر نے کہا۔ حکم کا حق صرف اللہ کو ہے آپ اپنی خطا سے توبہ کیجئے، وثیقہ پاک کیجئے اور جنگ شروع کر دیجئے۔ حضرت علی نے جواب دیا۔ جب ہم معاہدہ کر چکے ہیں تو پھر اسے کیسے توڑ دیں۔ اس پر ایک خارجی نے کہا۔ وہ گناہ تھا اس سے توبہ لازمی ہے۔ اور اگر آپ تحکیم سے باز نہ آئے تو ہم آپ سے بوجہ اللہ جنگ کریں گے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا۔

"تیری خرابی ہو تو کس قدر بدبخت ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ ہوائیں تجھ پر خاک ڈال رہی ہیں" ــــــ اور فرمایا "شیطان نے تمہیں حیران اور خواہش کا بندہ کر دیا ہے۔ اللہ بزرگ برتر سے ڈرو۔ تم جس دنیا کے لیے جنگ کر رہے ہو وہ تمہارے لئے بہتر نہیں۔" (طبری)

الغرض فتنۂ خوارج انگیزی میں آگے ہی بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں عین خطبہ کی حالت میں شرانگیزی کرنے لگے۔ آخر کار یہ ایک جگہ جمع ہوئے اور انھوں نے خروج کا فیصلہ کیا اور نہروان کے پل کو اپنا مستقر تجویز کیا اور لڑتے بھڑتے نہروان پہنچ گئے۔

خوارج کی جہالت و بربریت

یہاں ان کی شقاوت قلبی کا ایک واقعہ لکھا جاتا ہے۔ بصرہ کے خارجی نہروان کے قریب پہنچ چکے تھے کہ ان کی جماعت کو ایک شخص نظر آیا جو گدھے کو ہانکتا ہوا لا رہا تھا اور اس گدھے پر ایک خاتون سوار تھیں۔ خارجیوں نے انھیں پکارا۔ وہ گھبرا گئیں۔ قریب آئے تو پوچھا، تم کون ہو۔ انھوں نے جواب دیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی جناب کا بیٹا عبداللہ ہوں۔

خوارج :۔ ہم نے تمہیں ڈرا دیا ڈرو نہیں تمہیں امن ہے اچھا ہمیں اپنے والد کی کوئی ایسی بات سناؤ جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو اور ہمیں اس سے فائدہ پہنچے۔

عبداللہ :۔ مجھ سے میرے والد نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ انسان کا قلب مر جائے گا وہ شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر اور صبح کافر ہوگا اور شام کو مومن۔

خوارج :۔ کیا ہم نے تم سے ایسی ہی حدیث پوچھی تھی، اچھا بتاؤ ابوبکر و عمر کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے اور عثمان کے بارے میں کیا کہتے ہو۔

عبداللہ :۔ وہ اول و آخر حق پر تھے۔

خوارج :۔ اچھا علی کے بارے میں کیا کہتے ہو، تحکیم سے پہلے اور تحکیم کے بعد۔

عبداللہ :۔ وہ تم سے زیادہ اللہ کا علم رکھتے ہیں۔ تم سے

زیادہ دین کے محافظ اور بصیرت والے ہیں۔
یہ سن کر خوارج نے کہا، واللہ ہم تم کو اس طرح قتل کر دیں گے کہ اب تک کسی کو نہ کیا ہوگا۔
اس کے بعد حضرت عبداللہ کو گھیر کر گرفتار کیا اور ان کی بیوی کو جو حاملہ تھیں اور وضع حمل کا زمانہ تھا لئے ہوئے ایک درخت کے نیچے آئے اور حضرت عبداللہ کو پچھاڑ کر ذبح کر ڈالا۔ پھر ان کی بیوی کی طرف متوجہ ہوئے۔ خاتون نے کہا میں عورت ہوں کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ لیکن بے رحموں نے ان کا پیٹ چاک کر ڈالا، ان کی جان لی اور اس بچہ کی بھی جو ان کے پیٹ میں تھا۔" (ابن اثیر)
اس ایک واقعہ سے ہی خوارج کی شقاوت کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے اور تفصیل کے لئے دفتر درکار ہے۔ غرضیکہ خوارج بدستور فساد انگیزی میں مشغول رہے انھوں نے قتل و غارت کا سلسلہ شروع کر دیا اور حق پرست مسلمانوں کی جان، مال، آبرو ان کی دست درازیوں سے خطرے میں پڑ گئی۔ ان حالات کا تقاضا یہ تھا کہ خوارج کے فتنہ کو دبایا جائے۔ سیدنا علی مرتضیٰ کی نگاہ حق بین سے یہ تقاضا مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ اس سلسلہ میں صحیح مسلم کی روایت اتنی واضح ہے کہ اس پر کسی تاریخی روایت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی اور یہاں صرف اسی روایت کے خلاصہ پر اکتفا کرتا ہوں۔
" زید بن وہب کہتے ہیں میں حضرت علی کی فوج میں تھا جو خود ان کے ساتھ خوارج کی طرف روانہ ہوئی تھی۔ حضرت علی نے فوج کو مخاطب ہو کر فرمایا اے لوگو! حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میری امت سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھتی ہوگی اس کی قرأت نماز اور روزوں کے مقابل تم اپنی نماز اور روزوں کو حقیر سمجھو گے وہ قرآن پڑھیں گے اور سمجھیں گے کہ ان کے لئے نفع بخش ہے حالانکہ وہ ان پر وبال ہوگا وہ اسلام سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جس طرح شکار کو چھید کر تیر نکل جاتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے جو فوج ان سے مقابلہ کرے گی۔ وہ صرف اسی عمل پر بھروسہ کر کے دوسرے اعمال سے بے پرواہ ہو جائے۔ مجھے امید ہے کہ یہ وہی جماعت ہے جس کی نشاندہی حضور نے فرمائی تھی۔ کیونکہ انھوں نے ناحق خون بہایا اور لوگوں کے اموال میں غارت گردی کی ہے۔ پس اللہ کا نام لے کر چلو۔"
(مسلم شریف)
الغرض سیدنا علی مرتضیٰ نے شرارت اور جنگ سے باز آنے کی دعوت دی مگر انھوں نے ایک نہ مانی اور آپ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور نتیجہ میں چند کے سوا تمام خارجی ڈھیر تھے۔ مسلم شریف میں ہے کہ۔
" حضرت علی کی فوج نے انھیں تیروں پر رکھ لیا خوارج یکے بعد دیگرے قتل ہوئے اور حضرت علی کی فوج کے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔"
جنگ ختم ہونے کے بعد ذی الثدیہ کی تلاش ہوئی۔ آخر۔ لاشوں کے ڈھیر میں وہ پڑا ہوا ملا۔ حضرت علی نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا اللہ نے سچ کہا اور اس کے رسول نے ہم تک حق پہنچایا۔
یہ تھے خارجی اور یہ ہے خارجیت جس کا نہایت ہی مختصر سا نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اگرچہ نہروان کے میدان میں خوارج کے اصل اور ان کے لیڈر مارے گئے لیکن جو فتنہ ایک بار سر اٹھاتا ہے وہ ختم نہیں ہوتا۔ جو نہروان سے بچ گئے مختلف شہروں میں جا بسے اور وہاں انھوں اپنے باطل استدلالات کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی اور اس طرح خارجیت ایک مستقل مذہب بن گیا۔

راجہ غلام محمد لاہور مرسلہ حفیظ الدین بربھادی

گذشتہ سے پیوستہ

اسمٰعیل دہلوی کا سیاسی کردار

دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست انداز نہیں کرتے، ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے، بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔"

(حیات طیبہ از مرزا حیرت دہلوی صفحہ ۲۹۶)

مطبوعہ فاروقی۔ دہلی

یاد رہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس کو لوگوں نے مستند اور مضبوط کتاب قرار دیا تھا۔

"دوسری کتاب مرزا حیرت مرحوم کی حیات طیبہ ہے جو شاہ اسماعیل کی نہایت مبسوط سوانح عمری ہے۔"

(الفرقان، شہید نمبر ۱۳۵۵ھ - صـ۵۱)

جعفر تھانیسری اور مرزا حیرت نے اپنے ممدوحین کو "بنانے اور سنوارنے" میں اپنی عاقبت خراب کر لی، بہت کچھ کیا ؎

کیا کچھ کیا نہ خود کو چھپانے کے واسطے
عریانیوں کو اوڑھ لیا شال کی طرح

لیکن انگریزوں سے سید و اسماعیل کی وفاداری کہیں نہ کہیں ان دونوں کے قلم سے جھلک ہی پڑی۔

سید محمد میاں صاحب ناظم جمیعۃ علماء ہند کہتے ہیں کہ انگریز کے "شکنجۂ انتقام سے بچنے کے لئے" ہم پہلے یہ کہتے رہے کہ یہ "مجاہد" انگریز کے مخالف نہیں تھے (استقامت، استقلال، ہمت، جرأت اور حق گوئی کی داد دیجئے)

"دوسری طرف سید صاحب کے وہ ماننے والے جن کو وہابی کہا جاتا تھا، جب تقریباً نصف صدی انگریزی اقتدار سے ٹکراتے رہنے کے بعد چکنا چور ہو گئے اور مجبوراً ان کو اپنی شکست تسلیم کرنا پڑی تو عوام کے ہنگامہ کا جواب تو انھوں نے مجالس مناظرہ کی ہنگامہ آرائی اور رسالوں پمفلٹوں کی اشاعت سے دے دیا۔ مگر انگریز کے شکنجۂ انتقام سے بچنے کے لئے لامحالہ ان کو یہ ثابت کرنا پڑا کہ سید صاحب اور آپ کے ساتھی انگریزی حکومت کے وفادار تھے اور مجاہدانہ سرگرمیاں صرف سکھ حکومت کے خلاف تھیں ...... چنانچہ اعلام نامہ کا یہ فقرہ سوانح احمدی صـ۲۳ میں جلی قلم سے لکھا گیا ہے۔

"نہ باسرکار انگریزی مخاصمت داریم و نہ ہیچ راہ تنازعات کہ از رعایا او ستیم و بحمایش از مظالم برایا۔"

(علماء ہند کا شاندار ماضی۔ جلد دوم۔ صـ۲۴۵)

بھئی یہ تو بتاؤ کہ سید احمد اور اسماعیل دہلوی نے انگریزی اقتدار کے خلاف وہ کون سا تیر مارا تھا جس کو تم انگریز کے ڈر سے آج تک چھپاتے رہے ہو۔ اور اس راز کو طشت از بام کرتے ہو۔ پھر یہ "نصف صدی تک انگریزی اقتدار سے ٹکراتے رہے" کی بلند بانگی تمہارے ان مقتداؤں کے قامت پر موزوں کب ہے۔ تم پچاس برس کی بات کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں کسی ایک لمحے کی بات کرو، جب انھوں نے انگریزی اقتدار سے ٹکرانے کی خواہش کا اظہار ہو۔ مبالغہ تو اسے کہتے ہیں کہ کم کو زیادہ بنایا جائے لیکن عنقا کو ہاتھیوں کا ڈلا کہنے کو کیا کہتے ہیں ؏

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

مقتدر وہابی لیڈر سید نذیر حسین کی سوانح عمری میں اس

"تحریک مجاہدین" کی اصلیت کا ذکر ان الفاظ میں ہے ۔

"آپ (اسماعیل دہلوی) نے اپنے شیخ طریقت سید احمد صاحب کو امام تسلیم کر کے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد کے لئے پنجاب پہونچے گورنمنٹ انگلشیہ نے بھی آپ کے اس ارادے میں کسی طرح کی مزاحمت یا پیچیدگی پیدا نہیں کی ۔

(الحیات بعد المات ۔ صـ ۲۰۳)

اب دیکھئے کہ نواب صدیق حسن اس تحریک کو کیا گرداننے ہیں اور ان کی انگریز دوستی کے متعلق کیا کہتے ہیں مگر پہلے نواب صاحب کے متعلق غلام رسول مہر کی رائے ملاحظہ فرمالیں ۔

نواب صاحب مرحوم نے سید صاحب کا ذکر مختلف کتابوں میں کیا ہے .....

"پھر نواب کا تعلق فرماں روایان ٹونک اور اعزہ سید صاحب سے بھی برابر قائم رہا اس لئے انھیں سید صاحب کے خاصے حالات معلوم ہوں گے ۔"

(سید احمد ۔ صـ ۲۳)

نواب صدیق حسن اس بات کی پرزور اور بدلائل تردید کرتے ہیں کہ "تحریک مجاہدین" والے انگریزوں کے خلاف تھے ۔

"نہ انھوں نے سرکاری انگریزی سے کبھی جہاد کیا اور نہ ہندوستان میں فتویٰ جہاد کا لکھا ...... اسی طرح جو تصنیف سید احمد شاہ صاحب بریلوی اور ان کے مریدوں کی ہے ، اس میں کہیں بھی ذکر وہابیوں کا نہیں ہے ۔ اور نہ مسئلہ جہاد کا لکھا ہے ۔ تقویۃ الایمان مولفہ مولوی اسماعیل دہلوی ہے ، اس میں رد شرک و بدعت کا ہے ۔ کہیں وہابیوں کا اور مسئلہ جہاد کا پتا بھی نہیں ۔ گورنمنٹ اگر ساری کتابوں کو جمع فرما کر ملاحظہ کرلیگی تو کسی کتاب میں ان کتب سے مسئلہ جہاد کا یا بغاوت کا سرکار انگلشیہ سے یا فساد سکھلانے کی کوئی بات نہ پاوے گی ۔"

(ترجمان وہابیہ صـ ۵۲-۵۱)

کرشمہ گرم سوال است ، لب مکن رنجہ
کہ احتیاج بہ پرسیدن زبانی نیست

ایک اور مشہور "وہابی" کا اعتراف ملاحظہ فرمایئے اور سوچیے کہ کس کس کو دست الزام طرازی کا ہدف بناتے رہیں گے ۔ ان کی تو ساری کتابوں میں یہ حقیقت کسی نہ کسی طرح ابھر آئی ہے ۔

"سید صاحب ـــــ مولوی محمد اسماعیل صاحب نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا ارادہ نہیں کیا ۔ اور مولوی اسماعیل صاحب نے کلکتہ میں اپنی مجلس وعظ میں برملا کہہ دیا کہ ہم کو انگریزوں سے جہاد کرنا جائز نہیں"

(اشاعت السنہ از مولوی محمد حسین بٹالوی صفحہ (۶-۵) جلد ۲)

پہلے تو سب لوگ یہ حقیقت ظاہر کرتے رہے کہ سید احمد اور شاہ اسماعیل انگریزوں کے وفادار اور ایجنٹ تھے مگر اب دینی محاذ پر فضل حق اور ان کے شاگردوں سے شکست کھانے کے بعد سیاسی طور پر مذکورہ بالا دونوں مجاہدوں کو لیڈر بنانے کی خواہش کی جارہی ہے اس واقعہ کا اعتراف ملاحظہ کیجئے

"حضرت کی شہادت کے بعد جو حالات پیدا ہوئے اس زمانے میں جو کتابیں حضرت شہید اور ان کے مقاصد پر لکھی گئیں ان میں اس کو بار بار ثابت کیا گیا کہ انگریزوں کے خلاف حضرت سید احمد شہید نے کوئی حرکت نہیں کی تحریک جہاد کا قیمتی سرمایہ ۔"

(پیش لفظ مکتوب سید احمد شہید)
(از محمد اقبال سلیم گاہندری صفحہ ۴)

سر سید نے ایک اور پہلو سے انگریزوں سے ان حضرات کی برخورداری کی وضاحت کی ہے ۔

"وہ اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کو گورنمنٹ انگریزی کی حفاظت میں اور ان کے مذہب میں اپنے بال بچوں کے محافظوں پر حملہ کرنا نہایت ممنوع ہے ۔"

(مقالات سر سید حصہ نہم صـ ۱۴۸)

مسعود عالم ندوی صاحب اس تحریک مجاہدین کو ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک سمجھتے ہیں لیکن اس بات کو ماننے پر مجبور ہیں کہ انگریزی حکومت کی پالیسی کے مطابق ان مجاہدوں نے سکھوں سے جنگ لڑی۔ ملاحظہ کیجئے۔

"اس وقت کشمیر کے راجہ گلاب سنگھ اور مجاہدین کے درمیان جنگ جاری تھی۔ راجہ کو شکست ہوئی اس نے انگریزوں کے سائے میں جاکر پناہ لی۔ جو اس وقت پنجاب پر قابض ہو چکے تھے حکومت نے مولانا ولایت علی کو اطلاع دی کہ اب گلاب سنگھ پر حملہ خود انگریزی حکومت سے لڑائی مول لینا ہوگا۔ حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ مجاہدین کے ذریعے سکھوں کی طاقت گھٹا دی جائے۔ اسی لئے شروع شروع مجاہدین سے روک ٹوک نہیں کی گئی لیکن پنجاب کا اکثر حصہ انگریزوں کے قبضہ میں آگیا تو مجاہدین کی نگاہ میں کھٹکنے لگے۔ مجاہدین خواہ مخواہ حکومت سے نبرد آزما ہونا خلاف مصلحت سمجھتے تھے۔"

(ہندوستان کی پہلی تحریک از مسعود عالم ندوی)
(۵۵-۱۹۵۴ء)

از راہ کرم اس اقتباس کو بار بار پڑھئے کئی مسائل اسمیں حل ہوگئے ہیں جب پنجاب پر انگریز قابض ہو جاتے ہیں تو راجہ گلاب سنگھ پر حملے سے مجاہدین کو روک دیتے ہیں۔ شروع شروع میں مجاہدین سے روک ٹوک نہیں کی گئی، انگریز مجاہدین کے ہاتھوں سکھوں کی طاقت توڑنا چاہتے تھے یا اور مجاہدین ان کی یہ ڈیوٹی انجام دے رہے تھے، مجاہدین کے نزدیک حکومت انگلشیہ سے نبرد آزما ہونا "خواہ مخواہ" بھی تھا اور خلاف مصلحت بھی۔ اللہ اکبر!

اب ان لوگوں کے ہاتھوں عبید اللہ سندھی صاحب کا جو حال ہوگیا، وہ تو بہر حال دیدنی ہوگا مگر انھوں نے "جماعت مجاہدین" کا گزارہ، انگریزی حکومت کے نان نفقے پر قرار دیا ہے — دیکھ لیجئے:

"ایک دفعہ سرحد کے پار تبزر کے مقام پر گیا........ میں امید میں کہ شاید سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی جماعت مجاہدین میں زندگی کی کوئی کرن دکھائی دے، ادھر چل دیا۔ وہاں پہنچکر جو کچھ میں نے دیکھا، وہ حد درجہ افسوس ناک اور قابل رحم تھا، وہاں پہنچکر مجھے معلوم ہوا کہ وہ جماعت جو "مجاہدین" کے نام نامی سے یاد کی جاتی ہے، کس بری حالت میں ہے، اور اس کی گزران اور اس کی زندگی کس طرح صاحبزادہ عبد القیوم خاں کی وساطت سے انگریزی حکومت کی رہین منت ہے۔" (افادات وملفوظات) ص ۳۶۳

مولانا عبید اللہ سندھی از محمد سرور) ص ۲

حضرات گرامی قدر! آپ نے کبھی یہ دیکھا کہ حالات و واقعات سامنے ہوں، متعلقہ لوگوں کی اپنی تحریریں، تاریخ کی کتابیں، متعلقہ لوگوں کے ساتھیوں کی شہادتیں سامنے ہوں، آپ انھیں مسلمات بھی سمجھیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ ہمارے خیال میں یہ واقعات درست نہیں، انگریزوں کی مخالفت کا اسماعیل و سید احمد کے حالات و واقعات میں کہیں ذکر نہیں، اسکا انھیں بھی اعتراف ہے۔ انگریزوں سے ان کی معاونت کو آپ مسلمات میں سے سمجھتے ہیں لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ وہ اصل میں انگریز کے خلاف ہی تھے۔ سبحان اللہ!

"مشہور یہ ہے کہ آپ نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان نہیں کیا بلکہ کلکتہ یا پٹنہ میں ان کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ انگریزوں نے بعض بعض موقعوں پر آپ کی امداد بھی کی۔ لیکن ان مسلمات کے باوجود احقر کا یہ خیال کہ یہ حضرت شہید کی تمام مساعی عام استبلاد ملت اور بالخصوص انگریزوں سے جہاد حق اور استخلاص وطن کے لئے تھیں...... ہم کسی طرح تسلیم نہیں کرتے کہ شاہ اسماعیل شہید اپنے استاد اور عم محترم شیخ الشیخ (دادا پیر) حضرت شاہ عبد العزیز کے اس فتوے کے برخلاف کوئی رائے رکھتے تھے۔"

مضمون — "اسلامی حریت کا علمبردار" از محمد میاں

از: مولانا اسلم بستوی

واردات

(احباب اور بزرگوں سے معذرت کیساتھ)

مودودی کہاں پہنچے ؟

ایک پاکستانی نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے۔ اور پاکستان کے بڑے بڑے لیڈر و حکمراں سب دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایوب خاں کمر تک، یحییٰ خاں سینے تک، بھٹو گلے تک — مگر ضیاء الحق صرف ٹخنے تک دلدل میں ہے۔

خواب دیکھنے والے نے حیران ہو کر خواب ہی میں ضیاء الحق سے پوچھا۔

" بھئی یہ کیا ماجرا ہے کہ پاکستان کے تقریباً سبھی لیڈران و حکمران کافی حد تک دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جب کہ ان میں سے بیشتر نے بہت اچھے کام بھی کئے ہیں، حد تو یہ ہے کہ خود مقتول بھٹو گلے تک دلدل میں ہے۔

اور تم اس کے قاتل مگر تم صرف ٹخنے تک دلدل میں ہو آخر ایسا کیوں۔ ؟

ضیاء الحق نے کہا۔ " اس لئے کہ میں مودودی کے سر پر کھڑا ہوں۔"

حضور حضرت علامہ مولانا "

ہمارے زبان و قلم کا یہ شدید المیہ ہے کہ ہم لوگ لفظوں کا اس قدر بیجا خرچ کرتے جا رہے ہیں کہ جس سے الفاظ اپنے حقیقی مفاہیم کھوتے جا رہے ہیں۔ ہمارے عام جلسوں کے اشتہارات اب "کانفرنس" کے نام سے چھپ رہے ہیں۔ ہمارے رسالوں، روداد اور اشتہاروں میں ہر مولوی، حافظ، مقرر، متقرر، علامہ و مولانا اور مفتی سے کم نہیں لکھا جاتا اور نام کے آگے پیچھے جبین و حیاں، زمین و آسماں اور جانے کیسے کیسے القابات کے جنگل میں اصل نام تک گم ہو جاتا ہے۔

ان حالات سے گھبرا کر میرے نام کے ساتھ لگنے والے لفظ "مولانا" نے احتجاجاً خودکشی کر لی ہے۔ جس کی اطلاع میں اپنے مضامین چھاپنے والے تمام رسائل و اخبارات کو دے چکا ہوں کہ وہ میرے نام کے ساتھ لفظ "مولانا" کبھی ہرگز نہ لکھا کریں (پاسبان بھی گواہ ہے) اور اگر میرے بزرگ اجازت دیں تو میں اس احتجاج میں اپنی سند دستار فضیلت تک واپس کرنے کے لئے تیار ہوں — میرے "مولانا" کی خودکشی کی داستان تو اب اتنی عام ہوتی جا رہی ہے کہ ہندوستان کے مشہور شاعر، ادیب اور نقاد ڈاکٹر اختر بستوی (پروفیسر گورکھپور یونی ورسٹی) نے اپنے کسی ادبی مضمون میں میرے نام کے ساتھ لفظ "مولانا" لکھنے کے بعد اپنی اس غلطی پر مجھ سے تحریری معافی مانگی ہے۔ (خدا کا شکر ہے)

یہ تحریر کا حال ہے اور کم و بیش یہی حال ہماری گفتگو کا بھی ہے۔

ہم اپنے کسی بھی ممدوح کو روزمرہ کی گفتگو میں ایک مثالی

ایک ہی سانس میں حضور حضرت آقاد مولی سے لیکر قبلہ و کعبہ و بیت المقدس تک کہہ ڈالتے ہیں۔

اسی طرح کا ایک دلچسپ واقعہ بہار کے ایک جلسے کے موقع پر رونما ہوا۔

ہوا یوں کہ اس جلسے میں مولانا سعید حسن مصباحی بستوی سے کسی نے اپنے پیر زادے کے متعلق دریافت کیا۔

"حضور ابھی تشریف نہیں لائے ——؟"

"حضور کو تشریف لائے تو چودہ سو سال گذر چکے ہیں۔"

—— مولانا مصباحی نے بے ساختہ جواب دیا۔

آبروئے ملت

ہماری اہلیہ خالص قسم کی دیہاتی" ہوتے ہوئے بھی کافی حد تک "تقریر پسند" واقع ہوئی ہے۔ دارالعلوم غوثیہ موضع اگیہ ضلع بستی کے سالانہ جلسے میں وہ تقریر سننے گئی۔ اناؤنسر نے نہایت کروفر کے ساتھ ایک مقرر کو "آبروئے ملت" کہہ کر پکارا مقرر صاحب کرسئ خطابت پر براجمان ہوتے ہی زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ پیر بھی چلانے لگے اور اپنی ڈیڑھ گھنٹے کی تقریر میں دستی (رومال) بھی مسلسل ہوا میں لہراتے رہے، تقریر کے بیچ بیچ اناؤنسر صاحب "آبروئے ملت، زندہ باد — کے نعرے بھی لگواتے رہے۔

جلسہ ختم ہونے کے دوسرے دن ہم گھر پہنچے تو ہماری "تقریر پسند" بیوی نے نہایت معصومیت سے ہمیں اپنی ایک کمی کو پورا کرنے کا احساس دلایا، بات تو اس نے اپنی ٹکسالی زبان میں کی لیکن مفاد عامہ کے پیش نظر ہم اس کا اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں، اس نے ہم سے کہا۔

"آپ خالی ہاتھ تقریر کرتے ہیں اچھا نہیں لگتا۔"

ہم نے کہا:- مطلب ——؟"

اس نے کہا:- "مطلب یہ کہ آپ "آبروئے ملت" کیوں نہیں خرید لیتے ——؟"

ہم نے کہا:- "آبروئے ملت" یعنی ——؟"

اس نے کہا:- "یعنی - دستی!"

ہم نے بمشکل تمام ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "بھئی! ہم ٹھہرے" محتاج ملت" —— اس کے بعد ہم نے آواز میں ذرا کر خشگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "جلسے میں تم تقریر سننے کے بجائے اگر یہی "آبروئے ملت" وغیرہ دیکھنے جاتی ہو تو آئندہ سے تم کسی بھی جلسے میں ہرگز نہیں جا سکتی ہو۔ ورنہ "آبروئے اسلم" خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

"نظارہ"

سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب
نظارہ روئے جاناں کا بہانہ کرکے حسرت کا
.... امام احمد رضا

خوشا خلد طیبہ کا پُر کیف منظر
زہے سبز گنبد کے دل کش نظارے
.... مضطر بدنوی..

اندھیری رات تھی گو چاند بھی تھا اور تارے بھی
مری آنکھوں نے دیکھے ہیں خمار ایسے نظارے بھی
.... خمار بارہ بنکوی..

غرض اس قدر یہ نظارا تھا پیارا
کہ نظارگی ، ہو سراپا ، نظارہ
.... علامہ اقبال

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا
.... امام احمد رضا..

مولانا ۔ حسن اعظمی ضیائی ۔

۱ حضرت شبلی علیہ الرحمہ عہد ماضی میں ایک باکمال خدا رسیدہ بزرگ گزرے ہیں ۔

کہتے ہیں کہ آپ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو آپ کے علاج معالجہ کے لئے خلیفۂ وقت نے ایک نصرانی طبیب کو خدمت میں بھیجا ۔"

طبیب نے آپ کی نبض دیکھنے کے بعد پوچھا ــــــ

" جناب ! آپ کے دل میں ابھی کسی چیز کی خواہش ہے ۔؟"

آپ نے جواباً فرمایا ــــــ " یہی کہ تم مسلمان ہو جاؤ ــــ !"

طبیب نے پھر سوال کیا ۔ " کیا میرے قبول اسلام سے آپ صحت یاب ہو جائیں گے ۔؟"

" یقیناً ــــ " !

اور پھر جیسے ہی طبیب نے قبول اسلام کیا ، حضرت شبلی بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے حالانکہ آپ خود حرکت تک سے معذور ہو چکے تھے ، اور اسی حال میں دونوں خلیفہ کی بارگاہ تک جا پہنچے خلیفہ نے تمام حالات سے آگاہی کے بعد کہا ۔

" بہر حال طبیب ہی مریض ثابت ہوا ــــ !"

(ترجمہ)

۲ ان ہی حضرت شبلی علیہ الرحمہ کی علالت کا ایک اور واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ کچھ معتقدین آپ کو ایک شفاخانے میں لے گئے ، آپ کو دیکھ کر لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی ۔ آپ نے مجمع سے مخاطب ہو کر استفسار فرمایا ۔

" تم لوگ کون ہو ــــ ؟"

لوگوں نے جواب دیا ۔ " ہم آپ کے دوست اور چاہنے والے ہیں ــــ !"

اس جواب کے بعد آپ نے قریب پڑے ایک پتھر کو اٹھا کر مجمع کی جانب اچھال دیا ، لوگ دیوانہ سمجھ کر بھاگنے لگے تو آپ نے بھاگتے مجمع سے دوبارہ خطاب کیا ۔

" لوگو ! کیوں بھاگ رہے ہو ، کہاں گیا وہ تمہارا دوستی کا دعویٰ ــــ ؟ کیا دوست کبھی دوست سے گریز کرتا ہے ــــ ؟"

(ترجمہ)

۳ کسی نے محدث بہاری حضرت علامہ مولانا محمد فرخند علی سہرامی نور اللہ مرقدہٗ سے دریافت فرمایا ۔

" حضور ! سورہ کافرون کی آخری آیت

" لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ "

میں آخری لفظ " دین " مکسور کیوں ہے ؟"

وقت کی بات کہئے کہ اپنے وقت کا عظیم محدث ، علوم و فنون کا بحر ذخار اور علم آگہی کا ہمالہ ہونے کے باوجود مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا جواب نہیں دے پائے اور اس سائل کو کل کے وعدے پر واپس فرما دیا ۔

رات کے وقت جب مولانا اپنی تمام ضروریات سے فارغ ہو کر بستر استراحت پر پہنچے اور چند لمحوں کے بعد آنکھ لگ

گئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ استاذ العلما، فخر المحدثین اور اپنے وقت کے عظیم شیخ طریقت حضرت مولانا محمد عبد الکافی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ اور اپنے مایۂ ناز شاگرد خلیفہ سے فرما رہے ہیں۔

"فرخند علی! آج کچھ پریشان نظر آرہے ہو، کیا بات ہے؟ اگر لکمْ دِینکمْ وَلی دِینِ" والے سوال کی وجہ سے پریشانی ہے تو اس کا جواب کل سائل کو دے دینا ——— بھئی ؟ "ولی دین" اصل میں "ولی دینی" تھا ضمیر متکلم "ی" حذف کر دی گئی ہے اور نون کے کسرہ کو اس "ی" کی محذوفیت پر استدلال کے بطور چھوڑ دیا گیا ہے ——— !"

(سماع)

---

۴ میرے ایک شفیق و مہربان استاد فرماتے ہیں کہ۔

"میں ایک جنازے میں شریک تھا، جب لاش قبر میں اتاری جانے لگی تو مجھے اچانک آندھی کی سی سنسناہٹ محسوس ہوئی۔ ساتھ ہی تمام حاضرین اس آواز کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک خطرناک قسم کا سانپ نمودار ہوا جو بہت تیزی اور سرعت سے قبر کی طرف دوڑا آرہا تھا۔

اس کے قریب پہنچتے ہی تمام لوگ خوف و دہشت کے مارے قبر کے نزدیک سے ہٹ گئے۔ اور سانپ سیدھے قبر میں داخل ہو گیا۔ لیکن کسی میں یہ ہمت نہ ہو سکی کہ سانپ کو قبر میں اترنے سے روکے یا کسی طرح سے مار ڈالے، تمام حاضرین سکتے کے عالم میں قبر سے پرے کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ چند لمحوں کے بعد وہ سانپ قبر سے نکلا اور اسی سمت رینگتا چلا گیا جدھر سے آیا تھا۔

پھر لوگ جیسے ہی قبر کے قریب پہنچے سب کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ بعض تو اس منظر کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہو گئے۔ ——— لوگوں نے دیکھا کہ لاش کی زبان گدی سے نکل کر تھوڑی تک لٹک رہی ہے ——— !"

آگے فرمایا ——— "تدفین سے فراغت کے بعد دریافت حال سے معلوم ہوا کہ مرنے والا انتہائی درجے کا سود خوار تھا ——— !"

(سماع)

از: احمد حسین ضیائی دار العلوم خیریہ سہسرام

نعت شریف

سرکار دو عالم کو جس نے بھی پکارا ہے
موجوں نے اسے لاکر ساحل پہ اتارا ہے
دربار محمد ہے ملحوظ ادب رکھئے
دربار محمد کا رتبہ ہی نیارا ہے
اللہ کو پیاری ہے اس ذات کی نسبت بھی
وہ ذات جو عالم میں ہم سب کا سہارا ہے
اعجاز نبوت کو اے نجدیو تم دیکھو
اللہ نے مدحت میں قرآن اتارا ہے
اے خاک رہ طیبہ تو جس پہ پڑی اڑ کے
تابندہ دو عالم میں بس اس کا ستارا ہے
جائے گا کوئی مومن کس طرح جہنم میں
سرکار کی رحمت کو کب ایسا گوارا ہے
جس پہ بھی نظر ڈالی سرکار نے اے احمد
وہ ذات ہے تابندہ وہ شخص تو پیارا ہے

قمرالہدیٰ خاں فریدی

چوتھی قسط

اللہ رے عزم حسینؓ

حضرت مسلم بن عقیل اپنے دو چھوٹے بچوں کے ساتھ منزل بمنزل چلتے ہوئے کوفہ پہنچے۔ وہاں ان کا بڑا پر جوش خیر مقدم ہوا۔ تقریباً بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی اور جان کی بازی لگانے کی قسمیں کھائیں۔ یہ حال دیکھ کر حضرت مسلم نے سیدنا امام حسین کو خط لکھا کہ کوفہ والے پوری طرح ہمارے ساتھ ہیں۔ آپ بلا تاخیر تشریف لائیں۔

اس وقت کوفہ میں یزید کی طرف سے نعمان بن بشیر عامل تھے۔ انھیں اس عوامی انقلاب کی خبر تھی۔ گرچوں کہ وہ حضرت سیدنا امام حسین سے محبت رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ یزید کی حکومت اسلام کی تباہی کا باعث ہے، اس لئے خاموش تھے۔

ادھر یزید کو جب کوفہ میں حضرت مسلم کی آمد اور ان کی مقبولیت کا علم ہوا تو اس نے بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کی گورنری بھی عبید اللہ ابن زیاد کے سپرد کی۔ اور حکم دیا کہ فوراً کوفہ جاکر لوگوں کو حسین کی بیعت سے روکو۔ اور جنھوں نے بیعت کر لیا ہے، انھیں تنبیہ کرو۔

عبید اللہ ابن زیاد فطرتاً بڑا ہی مکار اور جلاد قسم کا آدمی تھا۔ اس نے سب سے پہلے بصرہ پر تسلط قایم کیا۔ وہاں کوفیوں کا قاصد حضرت امام حسین کا خط اہل بصرہ کے نام لایا تھا۔ اور بصرہ والے امام عالی مقام کی بیعت کے لئے تیار تھے۔

عبید اللہ ابن زیاد نے قاصد کو گرفتار کیا۔ اور جلسۂ عام میں اسے قتل کر ڈالا۔

اس قتل نے بصرہ والوں پر عبید اللہ ابن زیاد کی سفاکی کی دھاک بٹھادی۔ اس کے بعد عبیدہ اللہ ابن زیاد کوفہ روانہ ہوا۔

کوفہ پہنچ کر عبید اللہ ابن زیاد نے ایک جلسہ کیا۔ اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میرا نام ابن زیاد ہے۔ یزید نے مجھے یہاں کا حاکم بنا کر بھیجا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں نے مسلم کو پناہ دے رکھی ہے۔ میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو، مسلم کو میرے حوالے کر دو۔ ورنہ تم سب کی خیریت نہیں۔ میری فوج قادسیہ میں موجود ہے اور اب آتی ہوگی۔ اگر اب کسی نے حسین کی وفاداری کا نام لیا تو میں اس کی زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔ اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔"

عبید اللہ ابن زیاد کی اس دھمکی نے کوفیوں کے ہوش اڑادیئے عقیدت و محبت کا وہ نام نہاد تاج محل جسے عراقیوں نے بزعم خویش اپنے دل میں بنا رکھا تھا۔ آزمائش کے ایک ہی جھونکے سے ٹکرا کر ریت کے ذرات کی طرح فضا میں بکھر گیا۔

اس وقت حضرت مسلم "ہانی بن عروہ" کے یہاں مقیم تھے۔ ہانی کے دل میں اہل بیت کی سچی محبت تھی۔ وہ عام کوفیوں کی طرح بزدل اور بے وفا نہیں تھے۔ چنانچہ انھوں نے اس دھمکی کے باوجود اپنی زبان بند رکھی۔

گر دوسرے ہی دن ابن زیاد کو پتہ چل گیا کہ ہانی نے حضرت مسلم کو چھپا رکھا ہے۔ اس نے حضرت ہانی کو ملاقات کے بہانے سے بلا کر گرفتار کر لیا۔ اور اسی طرح دوسرے اہم لوگوں کو بھی شاہی محل میں اکٹھا کر کے وقتی طور پر قلعہ میں نظر بند کر دیا۔

ہانی بن عروہ کی گرفتاری کی خبر سن کر حضرت مسلم سے ضبط نہ

نہ ہو سکا۔ انھوں نے اپنے دونوں بچوں کو قاضی شریح کے یہاں بھیج دیا۔ اور خود تلوار لے کر باہر نکل پڑے۔

اس موقع پر قبیلہ ہانی کے لوگوں نے بھی حضرت مسلم کا ساتھ دیا اور تقریباً پانچ ہزار کوفیوں نے حضرت مسلم کی قیادت میں قلعہ کو گھیر لیا ابن زیاد نے قلعہ کا دروازہ بند کرا کر تیر اندازی شروع کرا دی۔ اور پھر اس نے کوفہ کے جن بڑے بڑے سرداروں کو قلعہ میں نظر بند کر رکھا تھا، انھیں مجبور کیا کہ تم لوگ چھت پر جاکر حملہ آوروں کو سمجھاؤ۔ اگر انھوں نے تمہارا کہنا نہیں مانا تو قلعہ فتح ہونے سے پہلے میں تم سب کو قتل کرا دوں گا۔

ان لوگوں نے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر کوفیوں کو مخاطب کیا "بھائیو! مسلم کا ساتھ چھوڑ دو۔ حکومت سے ٹکرانا تمھارے بس کی بات نہیں۔ یزید تمھیں تباہ و برباد کر دے گا۔ اگر تم نے قلعہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو ابن زیاد ہم سب کو مار ڈالے گا۔ اپنے انجام پر نظر ڈالو۔ اور ہمارے حال پر رحم کرو۔"

ابن زیاد کا یہ حربہ بہت ہی کامیاب رہا۔ دھیرے دھیرے لوگ چھٹنے لگے۔ حتیٰ کہ شام تک صرف پانچ سو افراد رہ گئے۔ اور یہ لوگ بھی رات کے اندھیرے میں حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ گئے۔

وہی کوفہ جہاں کا ہر فرد "حسین حسین" کر رہا تھا۔ اب حسین کے نائب کو پناہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں۔ یا الٰہی! یہ کیسے لوگ ہیں! صبح تک تو جان چھڑک رہے تھے۔ اور اب کوئی پرسان حال نہیں۔

حضرت مسلم سخت حیران و پریشان تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ حضرت سیدنا امام حسین کو اس نئی صورتِ حال سے کیسے آگاہ کیا جائے انھیں اپنی جان سے کہیں زیادہ حضرت سیدنا امام عالی مقام کے انجام کی فکر تھی۔ رہ رہ کر خیال آرہا تھا کہ کاش میں نے خط نہ لکھا ہوتا۔ مگر ہونی کو کون ٹال سکا ہے۔ قلعہ کا محاصرہ ناکام ہو چکا تھا۔ کوفیوں کی بے وفائی بھی ثابت ہو چکی تھی۔ اب کرنا کیا تھا۔ خدا کا نام لے کر ایک طرف چل پڑے۔ رات کا اندھیرا۔ اجنبی راستہ اور تھکن کا احساس۔ بھوک پیاس کی شدت۔ ہانی کی گرفتاری کا صدمہ اور انجانے اندیشوں کی یلغار!

لیکن اللہ رے عزم مسلم! امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی مگر باطل کے آگے گھٹنا ٹیکنے کو تیار نہیں۔

جان تو دے سکتے ہیں، مگر جذبۂ جہاد نہیں دے سکتے۔ شکستہ پائی کا غم نہیں، خوشی تو اس بات کی ہے کہ اس عالم بے سرو سامانی میں بھی ذہن و دل پر، کہیں بھی اضمحلال طاری نہیں۔

ناگاہ حضرت مسلم کو ایک بڑھیا نظر آئی۔ اس سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ بڑھیا کا نام طوعہ تھا۔ اس نے حضرت مسلم کو پانی پیش کرتے ہوئے پوچھا "پردیسی تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ یہاں کے حالات بہت خراب ہیں۔ ابن زیاد نے گلی کوچے میں حضرت مسلم کے واسطے پہرے لگا رکھے ہیں۔" آپ نے فرمایا "میں ہی مسلم ہوں۔" یہ سن کر طوعہ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ فرطِ غم سے دل بھر آیا۔ دست بستہ عرض کیا "حضور! میرا گھر اس قابل تو نہیں۔ لیکن اگر آپ قیام فرمائیں تو میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھوں گی۔"

حضرت مسلم نے طوعہ کی میزبانی قبول فرمائی۔ رات آرام سے سوئے۔ صبح جاگے تو معلوم ہوا کہ ابن زیاد کے سپاہیوں نے مکان گھیر رکھا ہے۔

حالات کی ستم ظریفی دیکھئے۔ جس عورت نے حضرت مسلم کو پناہ دی تھی، اس کا بیٹا ابن زیاد کا آدمی تھا۔ اس نے منہ اندھیرے اٹھ کر ہی انعام کے لالچ میں ابن زیاد کو حضرت مسلم کی خبر دے دی تھی۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ ابن زیاد نے فوج بھیج دی۔

حضرت مسلم نے باہر نکل کر بہادری سے مقابلہ کیا۔ مگر بالآخر زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے۔ ظالموں نے آگے بڑھ کر گرفتار کر لیا۔

حضرت مسلم کی گرفتاری کی خبر سن کر کوفیوں کے دل میں ایک دفعہ پھر جوش پیدا ہوا۔ تقریباً دو ہزار آدمیوں نے قصر شاہی کا محاصرہ کر لیا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان لوگوں پر تیروں کی بارش کر دو۔ مسلم اور ہانی

بقیہ صفحہ ۳۶ پر

کوثر منیر صاحبہ۔
مانڈ گاؤں

چاروں بھائی اس طرح مل جل کر رہتے کہ ماں باپ دیکھ کر پھولے نہ سماتے۔ بچوں کو دی ہوئی تعلیم ہی کا تو یہ اثر تھا کہ یہ اتحاد کی برکت اور طاقت کو بخوبی سمجھتے تھے۔ سب بھائی اپنے بڑے بھائی خلیل کا حکم مانتے اور خلیل بھی انہیں اپنے جسم کا ایک حصہ سمجھتا۔ خلیل کی شادی چار سال پہلے مہہ جبیں سے ہوئی تھی۔ اور جلیل کی شادی ایک سال پہلے زرینہ سے ہوئی، ساجد اور ماجد ابھی پڑھ رہے تھے، خلیل نے مہہ جبیں کو کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا۔

"جبیں! ہمارا یہ چھوٹا سا کنبہ جو آج تک اتحاد کی ڈوری میں بندھا ہوا ہے۔ یہ ڈوری کبھی ٹوٹنے نہ پائے! تمہارا اہم فرض والدین کی خدمت اور بھائیوں سے اچھا سلوک کرنا ہے۔ انہیں سب کی خوشی میں میری خوشی ہے"۔

مہہ جبیں نے اپنے سلوک سے پورے کنبہ کا دل جیت لیا تھا۔ اسے سب کا کام کرنے میں دلی خوشی حاصل ہوتی اس طرح چار بھائیوں کا یہ مختصر سا کارواں اپنے والدین کی رہبری میں منزل کی طرف رواں دواں تھا۔!

مہہ جبیں کو میکہ آئے ہوئے دوسرا دن تھا۔ وہ سسرال سے خفا ہو کر آئی تھی۔ اس دن اس کی طبیعت اچھی نہ تھی۔ وہ صبح دیر سے اٹھی۔ ان دنوں کالج کے امتحانات ہو رہے تھے ساجد اور ماجد ناشتہ کئے بغیر ہی کالج چلے گئے تھے۔ اسی بات پر مہہ جبیں اور زرینہ میں ٹھن گئی تھی۔ پچھلے کئی دنوں سے دونوں میں نوک جھونک ہو رہی تھی۔ خلیل ہر وقت مہہ جبیں ہی کو مورد الزام ٹھہراتا تھا اور وہ مجبوراً چپ ہو جاتی لیکن آج اس کے ہاتھ سے ضبط کا دامن چھوٹ گیا۔ خلیل نے ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کو قصوروار ٹھہرایا تھا۔ وہ آپے سے باہر ہو گئی اور خلیل کو جواب دے بیٹھی۔ جس پر خلیل نے اس پر ہاتھ اٹھا دیا۔ اور بات یہاں تک آپہنچی کہ مہہ جبیں غصے میں بغیر کچھ سوچے سمجھے اپنے میکہ چلی آئی۔ ماں نے جب اپنی بیٹی کی روداد سنی تو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا کیا بیٹی تو یہاں چلی آئی تو بھی تو انسان ہے جانور نہیں! سارا دن جانوروں کی طرح گھر کا کام کرتی رہو۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا جب سب بہوئیں ایک ہی کنبہ میں ایک ساتھ رہا کرتی تھیں آج شادی ہوئی اور بیوی میاں کو لے کر الگ ہو جاتی ہے۔ ایسا ہونا بھی چاہیئے۔ وہ دیکھو تمہاری بہن کہکشاں۔ شادی کو مشکل سے چھ مہینے ہوئے، اپنے شوہر کو لے کر سسرال سے الگ ہو گئی آج کتنی خوشحال ہے وہ!

سونے کے زیورات سے لدی ہوئی ہے اور تمہیں دیکھو! چار سال ہو گئے شادی کو ایک ماشہ بھی سونا نہیں ہے تمہارے جسم پر! اچھا کھانا اچھا پہننا بڑے کنبہ میں کہاں نصیب ہوتا ہے۔ بہت ہو چکا بیٹی! اب وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ کل ہی ہم وکیل سے مشورہ لے کر طلاق کا نوٹس بھیج دیں گے۔

مہہ جبیں بستر پر لیٹی تو تنہائی کا خوف ناک اندھیرا اس کے دل کے چاروں طرف چھانے لگا۔ طلاق! طلاق! طلاق! یہ لفظ اس کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برسنے لگا۔ اس کی

نظروں کے سامنے سسرال کے ہر فرد کا چہرہ گھومنے لگا۔ مامتا
اور پیار کے پیکر ساس اور سسر جنہوں نے ہمیشہ اسے بیٹی کی
طرح چاہا۔ دیوروں کے ہنس مکھ چہرے اور اس کا مجازی خدا
خلیل! جس نے اسے بے اندازہ پیار دیا۔ کتنا چاہتا تھا خلیل
اسے یہ پہلا موقعہ تھا جب خلیل نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ وہ
سوچنے لگی اس میں ان کا کیا قصور؟ اسی نے تو ان کی بات کا جواب
دیا تھا۔ اسے اپنے شوہر کے ساتھ اس طرح پیش آنا چاہیئے
تھا۔ شوہر آخر شوہر ہوتا ہے! یہ خیال آتے ہی اسے اپنی
غلطی پر شرمندگی محسوس ہوئی اور وہ اپنے آپ کو لعنت و ملامت
کرنے لگی۔ اس کا ذہن خیالات کی آماجگاہ بن گیا۔ اور وہ سوچتی رہی
بے چینی اور پریشانی میں اسے ساری رات نیند نہ آئی۔

صبح جب ماں نے اسے طلاق کے بارے میں کہا تو وہ
اٹھی اور ماں سے کہنے لگی۔

"طلاق! یہ منحوس لفظ اپنی زبان پر نہ لائیے امی! اس
لفظ نے کتنے گھروں میں زہر گھول دیا۔ کتنی زندگیاں تباہ و برباد
کیں۔ تمہارے جیسے ہی بربادی کے ذمہ دار ہیں۔ طلاق لے کر
کس لڑکی کو سکھ چین ملا ہے۔؟ دیکھئے اپنی پڑوسن کی لڑکی
سعیدہ کو اس کی زندگی اسی طلاق کی بھینٹ چڑھ گئی۔! اس
کی زندگی موت سے بدتر بن چکی ہے۔ کون ہے اس کا پرسان
حال؟ میں بھول گئی تھی امی! مجھ سے بھول ہو گئی۔ میں بھول
گئی کہ سسرال سے بیٹی کا جنازہ ہی نکلتا ہے۔ میں اپنے سسرال
والوں سے معافی مانگ لوں گی۔ لڑکیاں سسرال میں جس حال
میں رہیں۔ وہی ان کا سنہرا سنسار ہوتا ہے۔ تم مجھے کہکشاں
کی مثال دے کر اپنے شوہر کو لے کر الگ رہنے کا مشورہ نہ دو۔
وقت خود بتائے گا کہ کہکشاں نے بہت بھول کی تھی۔ میں جا رہی
ہوں ــ امی! اپنے گھر اپنے سسرال!"

یہ کہہ کر وہ جیسے ہی باہر نکلی سامنے سے جلیل
اور زرینہ آتے ہوئے نظر آئے۔ زرینہ آ کر مہ جبیں سے
لپٹ گئی اور روتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپا! اس طرح چھوٹی بہن سے ناراض ہو کر بڑی بہن
چلی آتی ہے۔ مجھ سے اگر بھول ہو جائے تو چھوٹی بہن سمجھ کر
معاف کر دینا! چلو گھر چلو ہم تمہیں لینے کے لئے آئے ہیں۔
خدا کے لئے انکار نہ کرنا۔ تمہارے بغیر گھر سنسان ہو گیا ہے
میں تم سے معافی مانگتی ہوں۔"

یہ کہہ کر زرینہ مہ جبیں کے قدموں پر گر پڑی۔ جلیل
بھی اپنی بھابی کے قدموں میں جھکتا چلا گیا۔ وہ سوچنے لگی۔
کتنی بدنصیب ہیں وہ عورتیں جو اس پیار و محبت کے جذبہ
کی لذت سے محروم ہیں۔ نیک سیرت عورت کے لئے اپنا کنبہ اور
سنسار ہی جنت ہے۔

بقیہ عزم حسین صفحہ ۳۴ سے آگے

کا سر کاٹ کر پیچھے پھینک دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ
کا ہے۔

حق و باطل کا وہ معرکہ جو کربلا کے میدان میں سانحۂ عجیب بن کر
رونما ہوا۔ اس کی ابتدا کوفہ کی دھرتی پر مسلم اور ہانی کے خون سے ہوئی۔

شہادت گہہ الفت کے ان دو مسافروں نے ظلم و ستم کی چھری سے
ذبح ہو کر حضرت امام عالی مقام سے اپنے قلبی تعلق کا ثبوت دیتے ہوئے
سرِ راہ، وفاداری و جاں نثاری کے جو نقوش ثبت کیے ہیں اور اپنے لہو
سے بزم امکاں میں ایمان و عقیدت کے جو نورانی چراغ جلائے ہیں عشق
و محبت کی جو شمعیں فروزاں کی ہیں، ان کا تعلق بلاشبہ عزم حسین کی ا
زریں انگشتاں سے ہے، جس نے کربلا کو معلیٰ بنا دیا۔

(باقی آئندہ)

از:۔ صاحبزادہ صغیر احمد صاحب

امتیاز نسب

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ملتِ عشق از ہمہ ملت جدا است
عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

مولانا جامی فرماتے ہیں کہ عاشق کے لئے حسب نسب غیر ضروری بات ہے کہ فلاں کا لڑکا اور فلاں کا پوتا ہے۔ اس طرح حضرت مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ اہل عشق کا مذہب ہی الگ ہے اور عاشقوں کا مذہب تو خدا ہی ہے۔

اگر ایک شخص شریف النسل ہے اعلیٰ خاندان سے ہے مگر اس کی اخلاقی حالت پست اور خراب ہے اور دوسرا شخص اس کے مقابل میں ایک معمولی خاندان کا بشر ہے اور شرافت نسبی سے بھی پست ہے مگر وہ ذاتی اخلاق اور قابلیت خداداد کی بدولت متقی و پرہیزگار اور نیک سیرت ہے تو ارشاد خداوندی کے بموجب جیسا کہ قرآن میں لکھا ہے کہ۔

"خدا کے نزدیک وہی قابل تعظیم ہے جو نیک باایمان صالح ہو جس کی اخلاقی حالت مومنوں کی سوسائٹی میں قابل تعریف اور تحسین ہو"

حضرت بلال حبشی ایک سیاہ فام غلام تھے لیکن فدائی اسلام اور شیدائی رسول ہونے کی وجہ سے ہزارہا مصائب کے شکار ہوگے۔ مگر اپنے حبیب کے مسلک سے روگردانی گوارہ نہ کی جنہیں سرکار دو عالم نے اسلام کا پہلا موذن مقرر فرما کر جنت کی بشارت دی تھی۔

دوسری طرف ابوجہل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا بنی ہاشم میں بہت ممتاز عزو جاہ لیکن سیاہ دل۔ کفر و شرک کا حامی اسلام اور بانیٔ اسلام سے متنفر اور حضور پر نور کا خونخوار دشمن تھا۔ اگر شرافت نسبی کا کوئی لحاظ ہوتا تو شریف قوم ابوجہل کو ایک حبشی نژاد غلام پر ترجیح دی جاتی۔ مگر اسلام میں یہ نہیں ہے۔ جو خدا اور رسول کے احکامات کے بموجب نیک، پرہیزگار اور عبادت گذار ہیں وہی بہتر و برتر ہیں۔

ابوجہل پر اکثر و بیشتر نفرت و حقارت کے جملے بھیجے جاتے ہیں۔ اور حضرت بلال کا نام لوگ بیحد عزت و تعظیم سے لیتے ہیں۔ جن کو حضور نے زندگی میں ہی جنت کی بشارت دیدی تھی۔ اسی لئے قرآن پاک میں متعدد بار اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ متقی ہیں نیک ہیں اچھے وصاف ستھرے عمل کرتے ہیں جنکے اخلاق اچھے ہیں وہی خدائے قدوس کے نزدیک قابل قبول اور اچھے بندے ہیں۔ حالانکہ ابوجہل سرکار دو عالم کے خاندان کا معزز شخص تھا اور حضرت بلال بیچارے غریب غلام حبشی۔

مومنوں کو چاہئے کہ وہ حسب نسب کی شیخی اور رئیسی و مالداری کی تاناشاہی ترک کرکے خدا اور رسول کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہوں اور عاشق رسول اللہ اولیاء، شہداء، صالحین کی نیک و کامیاب زندگی سے سبق لیکر اپنے مالک حقیقی اور اسکے سچے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع بن جائے۔ جس سے دین اور دنیا دونوں میں بھلائی و بہتری ہے۔

یہ حقیقت پاسبان کے صفحات پر برابر دہرائی گئی ہے کہ ماہنامہ پاسبان کا اجراء کسی تجارتی نقطۂ نگاہ پر نہیں ہے۔ اور نہ ہی اپنا ذہن تاجرانہ ہے۔ ایک دینی اور جماعتی درد ہے۔ جس کے کرب و اضطراب کا دوسرا نام پاسبان ہے۔ یہ دیکھا نہیں جاتا کہ غیروں کے پریس حرکت میں ہیں۔ اور ہر طرف سے سینوں پر حملہ ہو رہا ہے اور ان حالات میں ہم تماشائی کی طرح خاموش بیٹھے رہیں۔

بس یہی وہ احساس ہے جو پاسبان کے اجراء پر مجبور کرتا ہے۔ جسے ہم تاریکیوں میں روشن چراغ سمجھتے ہیں۔ اس دنیا میں سبھی کو حوادثات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اگر کبھی کبھار ادارہ پاسبان کسی حادثے کا شکار ہو جائے تو قارئین پاسبان کو بددل اور بدگمان نہیں ہونا چاہیئے۔

یہ برسہا برس کا آزمایا ہوا ادارہ ہے چنانچہ اب تک کا ہمارا ریکارڈ ہے کہ ہم خریداروں کے حق میں بارہ مہینے پر سال ختم نہیں کرتے ہیں بلکہ خریدار کو بارہ رسالہ دے کر اس کا سال ختم نہیں کرتے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کیجئے ایسے ادارے جو اصلاح قوم کی خاطر وجود میں آئے ہوں وہیں "دھوکہ دھڑی"، "جیل کیٹ"، ہونے لگے تو یہ کارواں کس طرح آگے بڑھ سکے گا۔

اس لئے قارئین پاسبان سے گذارش ہے کہ وہ اپنے محبوب پسندیدہ رسالہ سے بددل نہ ہوں دیر ہو سکتی ہے اندھیر نہیں ہو سکتا۔ جب ہم خود یہ چاہتے ہیں کہ ہماری آواز عام ہو ہمارا پیغام ہر طرف پھیلے تو ہم دیدہ و دانستہ چلتی گاڑی میں بریک کیسے لگا سکتے ہیں۔ ہم تو خود اس تاخیر کو برداشت نہیں کر پاتے۔ عزیزی گرامی مولانا محمد میکائیل صاحب ضیائی اپنی مصروفیات کے باعث ادارہ سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔

اب ان کی جگہ فاضل گرامی جناب مولانا جلیل احمد مصباحی نے سنبھال لی ہے۔ اکتوبر نومبر کا مشترکہ شمارہ حاضر خدمت ہے اپنی رائے سے ادارہ کو مطلع کریں۔ "مجاہد ملت نمبر" کی اشاعت پر قابو پانے کی ہم کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی ضخیم نمبر ہوگا جس میں ایک وقت آپ تیس سے زائد اپنے علماء و مشائخ کی تاریخ کا مطالعہ کر سکیں گے۔ جس سے آپ کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔

ہم بہت جلد مجاہد ملت نمبر کی اشاعت کی صحیح تاریخ کا اعلان کر دیں گے ——

(ادارہ)

ادارہ

آہ! محدث سہسرامی

صوبہ بہار کی مرکزی درسگاہ دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام کے مہتمم و محدث حضرت علامہ مولانا ضیاء الحسن علیہ الرحمۃ والرضوان کی روح کو ایصال ثواب کی غرض سے مدرسہ رضائے غوث آسنسول میں ایک تعزیتی اجلاس مورخہ ۳ر مئی ۸۱ء کو بلایا گیا۔ جس میں شہر و مضافات کے عوام و خواص نے شرکت کی اور خواص نے اپنے اپنے انداز میں حضرت محدث سہسرامی کی بارگاہ میں عقیدتوں کا خراج پیش کیا۔

یہ پروگرام بعد نماز صبح سے دن کے ساڑھے گیارہ بجے تک بحسن و خوبی چلتا رہا اور آخر میں صلوۃ و سلام اور حضرت محدث سہسرامی علیہ الرحمہ کے درجات کی بلندی کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

واضح رہے کہ حضرت علامہ محمد ضیاء الحسن محدث سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ حضور مجاہد ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس چہلم کی شرکت کے بعد وطن مالوف سہسرام کو واپس ہوتے ہوئے ٹاٹا جمشید پور میں اپنے ایک شاگرد سے ملاقات کے خیال سے اترے تھے۔ اور مطلوبہ مقام تک پہنچنے سے قبل ہی ٹیمپو حادثے کا شکار ہو گئے۔ نیز اسی دن مورخہ ۱۹ر اپریل ۸۱ء رات کے تقریباً دس بجے اپنے خالق و مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی نعش جمشید پور سے بذریعہ ٹرک سہسرام لائی گئی۔ اور ۲۱ر اپریل کی صبح کو تجہیز و تدفین عمل میں آئی۔

اس اجلاس میں شریک حضرات میں سے کچھ کے اسمائے گرامی یوں ہیں۔

مولانا ابوالحسنات اشرفی، مولانا نورانی مصباحی، مولانا عبدالجلیل نعیمی، مولانا رفیق عالم ضیائی، مولانا عارف ضیائی، حافظ اسحق اشرفی، حافظ محمد حسین رضوی، مولانا فخرالدین ضیائی، مولوی اسمٰعیل رضوی، زین الدین خان اشرفی، مولوی ظہیرالدین ضیائی، مولانا راہی ضیائی، اور جناب نورالحق۔

اسیر غم - داؤد احمد رضوی
مدرس مدرسہ رضائے غوث آسنسول ۲

دارالعلوم خیریہ سہسرام میں محدث سہسرامی کا فاتحہ چہلم

۲۵ر مئی ۸۱ء کی صبح میں حضرت مفتی اعظم کانپور صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کے ہمراہ الہ آباد سے سہسرام حاضر ہوا۔ پورا شہر باد بہاراں سے محروم خزاں کی لپیٹ میں محدث سہسرامی حضرت علامہ محمد ضیاء الحسن صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام کا سوگ منا رہا تھا وہاں کا ذرہ ذرہ ان کے غم میں نیم جان نظر آرہا تھا۔ ہر شخص اپنی محرومی پر خون کے آنسو بہا رہا تھا۔ وہاں کے عام معمول کے مطابق فجر کی نماز کے بعد قرآن خوانی کا آغاز ہوا جس کا سلسلہ دس بجے دن تک جاری رہا اس کے بعد قل ہوا۔ پھر بعد

نماز عصر مزار اقدس پر فاتحہ خوانی و گل پوشی کے لئے پورا مجمع اکٹھا ہوگیا تھا۔ رات کے اجلاس میں حضرت علیہ الرحمہ کے مشاہیر تلامذہ و عقیدت مندوں کے علاوہ ہندوستان کے معزز و ناموز علماء کرام و مشائخ عظام سیکڑوں کی تعداد میں شریک تھے۔ اور سبھوں نے (دار العلوم کے طلباء اساتذہ علماء) اپنے اپنے انداز میں نظم و نثر حضرت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ اور پچھلے اجلاس میں دار العلوم خیریہ نظامیہ کی نظامت اور شہر کی عیدگاہ کی امامت حضرت کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمود الحسن صاحب سہسرامی کو اور صدارت المدرسین کا عہدہ دار العلوم کے پرانے ہمدرد و بہی خواہ اور حضرت کے شاگرد رشید حضرت مولانا حافظ محمد ظل الرحمٰن صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ (جو پہلے نائب صدر مدرس تھے) کے سپرد کیا گیا اور حاضرین نے اسے بطیب خاطر قبول کر لیا۔ رات کے تقریباً دو بجے جلسے کا اختتام ہوا۔ اور دعا کی گئی کہ قطب وقت حضرت علامہ محمد فرخند علی صاحب نور اللہ مرقدہ نے جس خلوص و نیک نیتی سے علوم و فنون کے اس گہوارہ کی بنیاد ڈالی تھی اور حضرت مولانا مفتی محمد صدیق صاحب، حضرت مولانا کامل سہسرامی اور محدث سہسرامی حضرت علامہ محمد رضا الحسن صاحب علیہم الرحمۃ والرضوان نے جس عرق ریزی اور محنت و جانفشانی سے اس ادارہ کو پروان چڑھایا اور اس کی ترقی و ترویج کے لئے ہر ممکن کوشش فرمائی۔ پروردگار عالم اس کے حالیہ انتظامیہ کو بھی وہی توفیق مرحمت فرما کہ اسے آگے بڑھانے کی پوری جد و جہد کریں اور اس میں انھیں کامیابی و کامرانی نصیب ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

غم نصیب — ضیائی۔

مدراس ۱۲/ جون تامل ناڈو کے رام ناتھ پورم ضلع کے دس گاؤں کے ہزاروں ہریجنوں نے ۱۵/ جون کو مشرف بہ اسلام ہونے کا منصوبہ بنایا ہے۔

یاد رہے کہ ضلع کے ۵ دوسرے گاؤں کے کوئی ۲۰۰ ہریجن حال ہی میں مسلمان بن گئے ہیں۔ پولس کے بیان کے بموجب ظلم سے دوچار تعلیم یافتہ ہریجن نے مذہب کی تبدیلی کی ہوا دی۔ ہریجن کی بڑی تعداد ایس ایس سی کامیاب ہے۔ اور بہت سے گریجویٹ ہیں ان کی اکثریت شہروں اور قصبوں میں برسر روزگار ہے جہاں چھوت چھات اور ذات پات کی تفریق نہیں کی جاتی ہے جبکہ اپنے آبائی وطن میں اعلیٰ ذات کے لوگ ان سے نہ صرف بدسلوکی کرتے ہیں بلکہ گالی گلوج سے انھیں مخاطب کرتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ سماجی ناانصافی ہی تبدیلی مذہب کی اہم وجہ ہے پولس نے بھی اس بات کو مانا ہے۔ مینا کشی پورم کے حالیہ واقعات کے بعد بڑے پیمانے پر مذہب کی تبدیلی کے واقعات ہونے لگے ہیں۔ پولیس کے بیان کے بموجب مسلمانوں نے ہریجنوں سے کہا ہے کہ مسلمان ان کے لئے سینہ سپر ہو جائیں گے اور ان کی حفاظت کریں گے مبینہ طور پر پتہ چلا ہے کہ ہریجنوں نے اسلام کی دعوت پر سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے نفع نقصان کا موازنہ کیا اور سیڈول کاسٹ میں رہنے سے ملنے والے حصول تعلیم اور سرکاری ملازمتوں میں ترجیح کے متعدد فوائد کو قربان کر کے انھوں نے مشرف بہ اسلام ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

بشکریہ روز نامہ سیاست جدید کانپور۔ جلد ۲۹ ۹۴ / ۱۶ جون ۱۹۸۱ء

مخدوم علی بن کام
ہانگل شریف

تاجدار کربلا

اس دنیائے فانی سے بڑے بڑے بہادر، جانباز سپاہی کفن بر دوش مرد مجاہد اور عظیم فاتح ہو کر گذرے ہیں۔ جنکے اعلیٰ کردار اور اعلیٰ کارنامے آج بھی مینارۂ ہدایت تسلیم کئے جاتے ہیں۔ لیکن میدان کربلا میں امام عالی مقام نے شمشیروں کے سائے میں جو عظیم قربانی پیش کی ہے اس کی مثال تاریخ میں ملنی محال ہے۔

سرور کائنات، نائب پروردگار، رسول کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو ـــ اپنے خاندان کو راہ خدا میں قربان کر دیا۔ گلشن اسلام کی آرائش و زیبائش کے لئے اپنا خون دل، خون جگر بہا دیا، حق و صداقت کی بلندی کے لئے تاجدار کربلا نے اپنا سر کٹا دیا مگر باغیوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ کرب و بلا کی یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والی داستان تیرہ سو سال سے بھی پرانی ہے مگر آج بھی نام حسین سنکر چشم مومن نم ہو جاتی ہے۔ آیئے ـــ ! نوجوانوں کے سردار کربلا کے تاجدار، خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لال کی پاکیزہ سیرت و شہادت پر ایک محبت بھری نظر ڈالیں اور اشکبار آنکھوں سے خراج عقیدت پیش کریں سہ

زندہ ہوتے ہیں جو مر جاتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا؟

ولادت امام حسین

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن حضرت امام حسین کے دہان مبارک میں ڈالا۔ آپ کا نام حسین رکھا۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور القاب سید الشہداء، سبط رسول اور ریحانۃ الرسول ہیں۔

حسن و جمال

خدائے قدیر نے آپ کو بے پناہ آپ کو حسن و جمال سے نوازا تھا۔ آپ جب اندھیرے میں تشریف لے جاتے تو آپ کی پیشانی و رخسار کی چمک دمک سے اطراف کا ماحول نورانی ہو جاتا۔ ایسا لگتا تھا جیسے چاندنی چھٹکی ہوئی ہے۔ اور ماہتاب اپنے پورے شباب پر ہے۔ تاجدار کربلا سر تا پا تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

تعلیم و تربیت

حضرت امام حسین کی ابتدائی تعلیم و تربیت شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش مبارک میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر شریف سات سال کی ہوئی تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم فانی سے پردہ فرمایا۔ اس کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی۔ علوم باطنی آپ نے اپنے والد محترم مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کی جن کے متعلق سرکار کا ارشاد گرامی ہے کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ"۔

فضائل امام حسین

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ :-

(۱) حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں (مفہوم حدیث)

(۲) حضرت حسن اور حسین جنت کے دو پھول ہیں (")

(۳) خدایا : میں حسین کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے۔ ان کو بھی تو دوست رکھ ۔ (مفہوم حدیث)

(۴) سرتاج انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت امام حسین کے رونے کی آواز سنتے تو حضرت فاطمہ سے فرماتے ۔ " کیا تمہیں معلوم نہیں حسین کا رونا مجھے اذیت دیتا ہے (مفہوم حدیث)

(۵) امام حسین کے بچپن میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اپنی پشت مبارک پر سوار کیے گھٹنوں کے بل گھوڑا بن کر ادھر ادھر گھومتے تھے ۔ (مفہوم حدیث)

اس طرح بہت سارے فضائل امام حسین ہیں ۔ علاوہ ازیں حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان ذی النورین، حضرت علی شیر خدا اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے ساتھ بڑے خلوص اور محبت سے پیش آتے تھے ۔

حسین بن علی کا اوج و رفعت کوئی کیا جانے
حسن جانے، علی جانے، نبی جانے، خدا جانے

حضرت امیر معاویہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے ۔ آپ لوگوں کی کثرت رائے سے مملکت اسلامیہ کے حکمراں و جانشین منتخب ہوئے ۔ آپ کے دور حکومت میں ہر طرف امن و امان تھا ۔ نئے نئے ممالک فتح ہوئے ۔ جن سے اسلام کو کافی تقویت پہنچی کرہ ارض طویل پر آپ جیسی مضبوط و مستحکم سلطنت کسی اور کے پاس نہ تھی ۔

یزید کی تخت نشینی اور اس کا کردار

۶۰ ہجری مطابق ۶۸۰ عیسوی جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا ۔ تو یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا ۔ یزید نظام حکومت کو سنبھالنے کی بجائے عورتوں، شراب اور گانے بجانے کے شوق میں مگن اور مصروف رہتا تھا ۔ اس کا زیادہ تر وقت سیر و شکار میں گذرتا تھا ۔ یزید کی پست اخلاقی و بدکرداری سے مملکت اسلامیہ کا ہر فرد واقف تھا ۔ مگر کوئی اس کے خلاف آواز نہیں اٹھاتا تھا ۔ یزید تخت نشین ہوتے ہی بزور شمشیر عالم لوگوں سے بیعت لینے لگا ۔

اور ولید بن عتبہ کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ حضرت امام حسین، عبد اللہ بن ابوبکر ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، اور حضرت عبد اللہ بن زبیر سے فوراً بیعت لے لی جائے ۔ مزید یہ حکم بھی دیا کہ چاروں اصحاب اگر بیعت سے انکار کریں تو ان کے سر قلم کر دیئے جائیں ۔ (نعوذ باللہ)

ولید بن عتبہ نے فرداً فرداً چاروں صحابہ سے یزید کے لئے بیعت طلب کی مگر اصحاب رسول نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا ۔ اس طرح یزید کے ارمانوں پر پانی پھر گیا ۔

امام عالی مقام کا سفر مکہ

حضرت امام حسین نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو یزید کی عیاری و مکاری سے آگاہ کیا ۔ اور ۲۴ رجب کو مع اہل و عیال کے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئے ۔ روانگی سے قبل آپ نے تاجدار کائنات سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضری دی مزار مبارک سے لپٹ کر بہت دیر تک روتے رہے ۔ اور اشکبار آنکھوں سے آخری سلام پیش

کرکے رخصت ہوگئے۔

یزید کا پہلا حملہ

مکہ معظمہ میں حضرت امام حسین کا شاندار استقبال کیا گیا؟ آپ کی تشریف آوری اہل مکہ کے لئے باعث رحمت ثابت ہوئی۔ جب یزید کو اس کا پتہ چلا تو مکہ پر چڑھائی کرنے کے لئے اس نے مروان کی سرکردگی میں ایک زبردست فوج روانہ کیا۔

عبداللہ بن زبیر یزید کے بزدلانہ رویہ کو بھانپ گئے۔ آپ بھی مکہ سے فوج لے کر مقابلہ پر آگئے۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ یزید فوج کو دن میں تارے نظر آگئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی جنگی مہارت کے آگے یزید لشکر کو گھٹنے ٹیک دینا پڑا۔ یزیدی سپہ سالار کو گرفتار کرکے قتل کردیا گیا۔

حضرت مسلم کا سفر کوفہ

یزید کے ظلم و ستم سے نجات پانے کے لئے اہل کوفہ نے حضرت امام حسین کی حمایت و بیعت کے لئے متواتر خطوط روانہ کئے۔ حضرت امام حسین نے کوفیوں کی دعوت پر سفر کوفہ کی تیاری شروع کردی۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت امام حسین کو سمجھایا کہ اہل کوفہ آستین کے سانپ ہیں۔ ان ہی کوفیوں نے حضرت علی اور حضرت امام حسن کو شہید کیا تھا۔ علاوہ ازیں اب کوفہ میں یزیدی حکومت سے گورنر نامزد ہے۔ ممکن ہے اہل کوفہ بے وفا بن جائیں۔ یہ سن کر حضرت امام حسین نے حضرت مسلم کو کوفہ روانہ کیا تاکہ صحیح حالات کا بخوبی علم ہوجائے۔ اہل کوفہ نے امام حسین کی آمد سمجھ کر حضرت مسلم کا شاندار استقبال کیا۔ نیز امام حسین کے لئے بیعت کرنے ٹوٹ پڑے۔ یہ دیکھ کر حضرت مسلم نے امام حسین کو پیغام بھیجا کہ آپ کوفہ کی جانب کوچ کریں۔ یہاں کے حالات ساز گار ہیں۔ بعد میں جب اس کی اطلاع یزید کو ملی تو گھبرا گیا اور عبداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنا کر حضرت مسلم کے انتظام کے لئے روانہ کیا۔ ابن زیاد نے دوسرے دن جامع مسجد کوفہ میں یہ اعلان کیا۔

"جو حضرت امام حسین کا ساتھ دے گا اسے قتل کردیا جائے گا۔ یہ سن کر اہل کوفہ کے ہوش اڑ گئے۔ اب ایک ایک کرکے تمام کوفیوں نے حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا۔

حضرت مسلم کی شہادت

کوفیوں نے حضرت مسلم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ بڑی غداری و بدعہدی کا ثبوت دیا۔ جابر و ظالم ابن زیاد کے اشارے پر اس کے ساتھیوں نے حضرت مسلم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دھوکہ سے ایک محل کی چھت پر لے جاکر انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کرڈالا۔ اور جسم مبارک کو نیچے کی جانب پھینک دیا۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالےٰ عنہ وہ پہلے صحابی ہیں۔ جو امام حسین کی جانب سے کوفہ میں شہید ہوئے۔

حضرت امام حسینؓ کا سفر کوفہ

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے پیغام کے مطابق امام حسین نے کوفہ کی جانب کوچ کرنے کی تیاری شروع کردی۔ عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن ابوبکر اور دیگر صحابی کرام نے مشورہ دیا کہ آپ سفر کوفہ اختیار نہ کریں۔ اس سے پہلے بھی کوفیوں نے اہل بیعت کے ساتھ بے وفائی و بدعہدی کیا ہے۔

مگر رضائے الٰہی کیونکر ٹل سکتی تھی۔ ظاہری کلمہ گو مسلمانوں کے ہاتھوں امام حسین کو جام شہادت نوش فرمانا تھا۔ العرض آپ کوفہ کی جانب چل پڑے۔ کوفہ کے قریب آپ کو یہ خبر ملی کہ حضرت مسلم شہید کردیئے گئے ہیں۔ آپنے اپنے ساتھیوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ واپس مکہ یا مدینہ چلے جائیں۔ مگر آپ کے بہتر ساتھیوں نے آپ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کردیا۔ حضرت امام حسین کی طرح آپ کے جاں نثار بھی شوق شہادت سے سرشار تھے۔

کربلا کا مسافر

جناب حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حر بن یزید پہلے یزید کے طرفدار تھے) حضرت امام حسین کو گرفتار کرنے کے لئے ایک ہزار لشکر لے کر کربلا آ گئے۔ جناب حر اہل بیت کا دلی ادب و احترام کرتے تھے۔ حر نے کہا کہ آپ رات کے وقت یہاں سے چلے جائیں۔ میں ابن زیاد کو یہ خبر دوں گا کہ آپ پر قابو نہ پا سکا۔

حضرت امام حسین رات بھر چلتے رہے۔ پھر بھی صبح کو دیکھا تو آپ وہیں ہیں۔ جہاں سے آغاز سفر ہوا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مقام کربلا ہے۔ امام حسین نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا کہ یہ تو ہماری شہادت گاہ ہے۔

کربلا کے مسافروں پر پانی بند

۲ محرم الحرام ۶۱ھ کو آپ مع ساتھیوں کے صحرائے کرب و بلا میں خیمہ زن ہو گئے۔ کربلا کا چٹیل میدان تھا ____ دور دور تک صرف ریت کے تودے دکھائی دے رہے تھے۔ شدت کی گرمی ____ اور نیچے تپتی ہوئی ریت ____ نہ درخت نہ پانی کے چشمہ کا نام و نشان ہے سے

ڈوبتے سورج سے پوچھا یہ ابھرتے چاند نے
کب سے ریت گرم پہ رکھے ہیں رخسار حسین

اتنے میں عمرو بن سعید کی سرکردگی میں ...۶ کا یزیدی لشکر آ گیا۔ حضرت امام حسین نے عمرو بن سعید سے کہا کہ ہمارا ارادہ جنگ و جدال کا نہیں ہے بلکہ ہم کوفیوں کی دعوت پر آئے ہیں۔

جب اس کی اطلاع ابن زیاد کو دی گئی تو حکم آیا کہ وہ (حسین) یزید کی بیعت کریں تو ٹھیک ہے ورنہ انھیں جنگ کے لئے آمادہ کیا جائے اور آپ پر دریائے فرات کا پانی بالکل بند کر دیا جائے۔

غرض یزیدی کلمہ گو فوج نے اہل بیعت اظہار پر وہ ظلم و ستم ڈھائے کہ اس کی مثال تاریخ میں شاید ہی ملے گی۔ پیاس سے تڑپتے اور بلکتے کربلا کے مسافروں کو دکھا دکھا کر یزیدی لٹیرے پانی پیتے تھے مگر ساقیٔ کوثر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والوں کو ایک بوند بھی پانی نہیں دیا گیا۔ معصوم بچے پانی کے بغیر مچھلیوں کی طرح تڑپنے لگے۔ گلشن رسول کے شگفتہ پھولوں کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔ کئی گز زمین کھودی گئی مگر کربلا کی گود سے ایک قطرہ بھی پانی نہ نکلا۔

حضرت عباس اور دیگر صحابہ سے جب یہ منظر نہ دیکھا گیا تو دریائے فرات پر پانی لینے چل پڑے۔ دریائے فرات کے اطراف میں یزیدی درندوں کا پہرہ تھا۔ یزیدی مظالم آگے بڑھے اور حضرت عباس کو شہید کر دیا۔ تین دن کے بھوکے پیاسے کربلا کے مسافروں کے مسافروں کا حال بے حال ہوا جا رہا تھا۔

۸ محرم الحرام کو باغی ابن زیاد کا حکم آیا کہ جنگ کی تیاری کی جائے۔ کربلا کے مسافروں کو کسی طرح کی ڈھیل نہ دیں حضرت امام حسین کو پیاسا شہید کر دیا جائے اور ان کی لعش (مبارک) کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند دیا جائے ___ (نعوذ باللہ)

یوم عاشورہ اور خطاب حسین

دسویں محرم الحرام بعد نماز فجر امام حسین نے اپنے ساتھیوں کی صفیں قائم کیں۔ اپنے خیموں کے پیچھے خندق کھود کر آگ جلائی تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں۔

آپ کے ساتھ صرف ۳۲ سوار اور ۴۰ پیدل کل ۷۲ لوگ تھے جن میں بچے اور بوڑھے بھی شامل تھے۔ یزیدی فوج کی جانب سے شمر نے جنگ کے لئے للکارا ____

حضرت امام حسین نے ایک مختصر خطبہ دیا۔

"لوگو! جلدی نہ کرو میری بات سنو مجھے کچھ کہہ لینے

دو۔ میرے ساتھ انصاف آپ لوگوں کے لئے باعث نجات ہوگا۔ میرا حسب ونسب یاد کرو۔ سوچو تو سہی میں کون ہوں۔ میں نے کسی کی جان نہیں لی ہے نہ ہی کسی کا حق چھینا ہے۔ میں یزید کے ہاتھ اس لئے بیعت کرنا نہیں چاہتا ہوں کہ وہ احکام دین وشریعت کو پامال کرکے من مانی کرنے لگا ہے۔

آج جو حق کا ساتھ دے گا میں اسے جنت میں جگہ دوں گا۔"

یزیدی فوج پر کلام نرم ونازک بے اثر ثابت ہوا۔ حضرت جناب حر امام حسین کی خدمت میں پہنچ کر کہا

"اے ابن رسول! میں اپنی غلطی پر نادم ہوں مجھے بخش دیجئے۔ اور اپنے قدموں پر شہید ہونے کی اجازت دیجئے!" حضرت امام حسین نے فرمایا۔

"اے حر! تم جس طرح دنیا میں حر ہو آخرت میں بھی حر (آزاد) رہو گے ---!"

حق وباطل کی جنگ

قدیم طریق جنگ کے مطابق ایک ایک سپاہی اپنی بہادری آزمانے لگا۔ یزیدی فوج یزیدی فوج کے سپاہی گاجر مولی کی طرح کٹ رہے تھے۔ عمرو بن سعید نے یزیدی فوج کو حکم دیا کہ عام حملہ شروع کردیا جائے۔ حر نے بجلی کی طرح تلوار چلاتے ہوئے کئی یزیدی سپاہیوں کو واصل جہنم کردیا۔ آپ شیر ببر کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت حر اور حضرت حبیب رضی اللہ عنہما بڑی دیر تک بہادری کے سکے جماتے ہوئے شہید ہوگئے۔

وقت ظہر قریب آرہا تھا مگر یزیدی کلمہ گو پر وقت کا نشہ سوار تھا۔ امام حسین اور دیگر ساتھیوں کو بھی نماز کی اجازت نہیں دی گئی۔ امام حسین نے مع ساتھیوں کے صلوٰۃ خوف ادا کی۔ حسینی فوج کے دو غفاری بھائیوں نے ڈبڈبائی آنکھوں اور حسرت بھری نظروں سے امام حسین کو دیکھا۔ اور السلام اے ابن رسول کہتے ہوئے یزیدی فوج پر حملہ آور ہوگئے۔ اپنی شجاعت ودلیری کا مظاہرہ پیش کرتے ہوئے میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرماگئے۔

حضرت حنظلہ بھی شہید ہوگئے

غفاری بھائیوں کی شہادت کے بعد حضرت حنظلہ میدان میں کود پڑے۔ آپ نے یزیدی فوج کو مخاطب کرکے فرمایا۔

"آل رسول کے خون سے اپنے دامن کو ہمیشہ کے لئے داغدار نہ کرو! کہیں ایسا نہ ہو کہ آنے والی صبح ہی صبح قیامت ہوجائے۔ جنگ سے باز آجاؤ ورنہ تمہارا اٹھتا ہوا قدم عذاب الٰہی کے لئے کھلا چیلنج بن جائے گا۔ مگر یزیدی بدبختوں کو کہاں یاد تھا کہ وہ کلمہ گو ہیں۔ آخر کار حضرت حنظلہ بھی اپنی دلیری وجواں مردی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔

حضرت علی اکبر کی شہادت

یکے بعد دیگرے کئی صحابہ میدان جنگ میں کام آتے ہوئے شہید ہوگئے۔ اب آپ کے صاحبزادے حضرت علی اکبر میدان میں اتر آئے۔ یزیدی فاسقوں کو جہنم رسید کرتے رہے۔ یکایک یزیدی لشکر آپ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے چمکتی ہوئی تلواروں کا مسکراتے ہوئے خیر مقدم کیا۔ اپنی بے مثال دلیری کی دھاک بٹھاتے ہوئے آپ بھی جام شہادت نوش فرماگئے۔

کروڑوں سلام ---- حضرت امام حسین کے صبر و شکیب پر۔ آپ نے بغیر آنکھوں پر پٹی باندھے اپنے ایک ایک ساتھی کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا۔ آپ کی نظروں کے سامنے شہیدوں کا انبار بے گوروکفن پڑا تھا۔ جام شہادت نوش فرمانے والوں میں آپ کے جگر کے ٹکڑے بھی تھے --- اور آنکھوں کے تارے بھی ---- کروڑوں سلام

خواتین اہل حرم پر جنہوں نے حق وصداقت کی سرفرازی و اسلام کے فروغ کے لئے میدان کربلا میں اپنا سہاگ لٹا دیا ـــــ کروڑوں سلام ـــــ کربلا کے ان بھوکے پیاسے مسافروں پر۔ جن پر یزیدی فوج نے ظلم وستم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ پھر بھی وہ لوگ صبر واستقامت کے اٹل پہاڑ بنے رہے۔

حضرت امام حسین کی شجاعت

کربلا کی صبح سے دوپہر

یک خاندان اہل بیت کے تقریباً تمام چشم وچراغ اور دیگر انصار ایک ایک کر کے شہید ہو گئے تھے۔ اب حضرت امام حسین تنہا رہ گئے تھے۔ تین دن کے بھوکے پیاسے پھر بھی بہادری دلیری کے وہ جوہر پیش کیے کہ دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے۔ آپ چاہتے تو ایک ایک منافق کو چن چن کر جہنم رسید کر دیتے۔ یزیدیوں نے آپ پر پانی تین دن اس لئے بند کر دیا تھا کہ وہ نحیف وناتواں ہو جائیں۔ اس کے علاوہ رب قدیر کو بھی وہی منظور تھا جو میدان کربلا میں ہوا۔

امام حسین دشمنوں کی فوج سے تن تنہا لڑ رہے تھے۔ آپ جدھر نکلے دشمنوں کی صفوں کو الٹ پھیر کرتے ہوئے قتل کے انبار لگا دیتے ـــــ اب پیاس کے مارے حلق میں کانٹے پڑنے لگے۔ ساقی کوثر کے نواسے تین دنوں کی پیاس بجھانے کے لئے دریائے فرات کی جانب بڑھے۔ ابھی پانی ہاتھوں میں لیا ہی تھا کہ ایک منافق نے آپ کو تیر کا نشانہ بنایا۔ جو حلق مبارک میں پیوست ہو گیا۔ جسم مبارک خون سے شرابور ہو گیا

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

شہادت امام حسین

امتحان شہادت کی آخری گھڑی

آپ کے قدم چومنے قریب آ رہی تھی۔ تلوار کا کرشمہ دکھاتے ہوئے آپ مردانہ وار لڑ رہے تھے۔ شیر خدا کے شیر کو دیکھ کر یزیدی فوج بکریوں کی طرح پیچھے ہٹ رہی تھی۔ آن واحد میں ایک منافق نے آپ کے بائیں ہاتھ کو زخمی کر دیا۔ پھر شانے پر تلوار کی ایک گہری ضرب لگائی۔ کربلا کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ سنان بن انس نے بڑھ کر نیزہ مارا۔ آپ زمین پر گر پڑے اور .... خدا کے سب سے بڑے امتحان میں کامیاب ہوتے ہوئے شربت شہادت نوش فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط۔

یزید درندوں نے لپک کر آپ کو بغیر پانی پلائے ذبح کر دیا اور سر مبارک کو تن سے جدا کر دیا۔ آپ کے جسم مبارک پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۴۳ گھاؤ تھے۔ میدان کربلا میں کود پڑنے والے آپ کے پورے چھوٹے بڑے ۷۲ ساتھی شہید ہو گئے تھے۔ صرف خواتین اہل بیت اور امام زین العابدین (جو اس وقت بیمار تھے) باقی بچے تھے

مٹ گیا نام یزیدی مگر اعجاز تو دیکھ!
آج بھی نام حسین بن علی باقی ہے!

نعش مبارک روند ڈالی گئی

شہادت حسین

سے بھی یزیدی لٹیروں کے پیٹ کا بخار سرد نہ ہوا۔ منافقوں کے سردار ابن زیاد کے حکم کے مطابق آپ کی نعش مبارک کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا گیا۔ کلمہ پڑھنے والی یزیدی فوج کی غیرت وحمیت آج چلو بھر پانی میں ڈوب گئی تھی۔

واہ رے کلمہ گو منافقو! ....

تم نے محبوب خدا کا ارشاد گرامی بھی بھلا دیا۔ وہی حسین جو جنت کے پھول ہیں۔ آج یزیدی فاسقوں نے اس کو بے دردی کے ساتھ مسل دیا۔ وہی حسین۔ جن کے بچپن میں ساقیٔ کوثر، شافعیٔ محشر گھوڑا بنے گھومتے تھے ـــــ آج۔

______ یزیدی درندوں نے آپ کی نعش مبارک کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا۔ وہی حسین ______ جن کی پیاس بجھانے کے لئے خدائے ذوالجلال نے حوض کوثر تیار کر رکھا ہے ______ آج ______ یزیدی خون خواروں نے آپ کو پیاس سے تڑپا تڑپا کر شہید کر دیا ______ وہی حسین ______ جن کے پنکھڑی جیسے لبوں کو سرکار کے لبہائے تبسم چوما کرتے۔ آج ______ انھیں کی نعش مبارک مرقد کی دو گز زمین کے لئے ترس رہی تھی ______ ہاں ہاں وہی حسین ______ جن کو خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں۔ دوست رکھنے والوں کو بھی دوست رکھتے ہیں ______ آج ______ یزیدی بھیڑیئے انھیں کے دشمن بن گئے تھے سو

حشر تک زندہ رہے گا تیرا نام ابن رسول!
تو نے جو احساں کئے ہیں نوع انسانی کے ساتھ

اپنوں کے بھیس میں اپنے ہی آل رسول کو ذبح کرنے والے ایسے دوست نما دشمن شاید ہی دنیا کی کسی تاریخ میں ملیں گے۔

دل ہلا دینے والی داستان کربلا تیرہ سو سال سے بھی پرانی ہے مگر آج بھی نام حسین سن کر چشم مومن خون کے آنسو بہاتی ہے۔ اور قیامت کی صبح تک بہاتی رہے گی ؟۔

تاجدار کرب و بلا۔ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کل بھی ہمارے تھے آج بھی ہیں۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ ہمارے رہیں گے سو

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے!
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

"بقیہ صفحہ ۱۸ سے آگے"

سوال۔ قبر پر دفن کے بعد فاتحہ پڑھنا نیز دعا ثانی بعد نماز فجر و بعد نماز جمعہ پڑھنا فاتحہ کب پڑھا جائے اور کب نہ پڑھا جائے؟

جواب۔ فاتحہ کب پڑھا جائے اور کب نہ پڑھا جائے اس کے لئے کوئی وقت معین نہیں۔ مسلمان اپنے فرائض اور واجبات سے فارغ ہو کر جب چاہے پڑھ سکتے ہیں۔ اور اسی طرح بعد نماز فجر، بعد نماز جمعہ بعد دعاء ثانی فاتحہ پڑھنا جائز ہے۔ درمختار جلد پنجم میں ہے۔

قراۃ الفاتحہ بعد صلوٰۃ جہراً للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنھا مستحبۃ۔

یعنی بعد نماز فاتحہ بلند آواز سے کہنا تاکہ دوسرے لوگ بھی فاتحہ کے لئے تیار ہو جائیں۔ لہٰذا بعد نماز فاتحہ پڑھنا دعا پر آمین کہنا جائز اور درست ہے۔

بعد نماز جنازہ دعا مانگنا جائز ہے اور اس کو شرک و بدعت کہنے والے علم شریعت سے ناواقف اور جاہل ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا الدعاء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خاص دعا مانگو۔ حنفی فقہ کی مشہور و مستند کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرمایا اور کچھ شہداء کے بارے میں خبر دی اسی اثناء میں حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر دی فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا لہ وقال استغفروا لہ پس سرکار اقدس نے نماز جنازہ پڑھی اور ان کیلئے دعا فرمائی۔ اور لوگوں سے فرمایا کہ جعفر کے لئے دعاء مغفرت کرو بیہقی شریف میں ہے واللہ اعلم ●

ادارہ پاسبان کی ایک عظیم اور گرانقدر پیش کش

"مجاہد ملت نمبر"

سید السالکین امام التارکین حضور مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی بارگاہ ناز میں ماہنامہ پاسبان کا بے مثال

خراج عقیدت

جو حضرت علیہ الرحمتہ کی دینی، علمی، قومی، ملی، تدریسی وتعمیری خدمات اور مجاہدانہ کردار وعمل کے ساتھ ساتھ ان کے اساتذہ، تلامذہ معاصرین ومتبعین علماء، ومشائخ کی سیرت وسوانح پر تقریباً ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ایک شاہکار۔

"مکمل تاریخی دستاویز" ہوگا۔

جس کا مطالعہ آپ کی سوئی ہوئی دینی غیرت وحمیت کو بیدار کر دے گا۔ اس ضخیم اور خصوصی نمبر کے مطالعہ سے آپ محروم نہ رہئے۔

قیمت فی جلد ۲۵/- روپئے۔ مستقل خریداروں کے لئے نصف قیمت۔

تاریخ اشاعت کا اعلان آئندہ شمارہ میں۔ (ادارہ)